وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

تفسیر شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

دارالسلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور
لندن * ہیوسٹن * نیویارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم۔ اے۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

تیسیر
الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارة نمبر گيا ره 11

جلد اوّل

مفسرِ قرآن: فضیلۃ الشیخ **عبدالرحمان بن ناصر السعدی** رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت فرمائیں گے :

"الٰہی ! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ٨١٧)

پارة نمبر گیا ره 11

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۹	سورة التوبة (جاری)	1085	۱۰ - ۱۱
۱۰	سورة یونس	1114	۱۱
۱۱	سورة هود	1177	۱۱ - ۱۲

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ

عذر پیش کریں گے وہ تمہارے سامنے جب لوٹو گے تم ان کی طرف، فرما دیجیے! مت عذر پیش کرو، ہرگز نہیں یقین کریں گے ہم تمہارا، تحقیق

نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

خبردار کر دیا ہے ہمیں اللہ نے تمہارے حالات سے، اور عنقریب دیکھے گا اللہ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول بھی، پھر لوٹائے جاؤ گے تم

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

طرف اس کی جو جاننے والا ہے چھپی اور کھلی بات کو، پس خبر دے گا وہ تمہیں ساتھ اس کے جو تھے تم عمل کرتے ○ عنقریب قسمیں کھائیں گے وہ اللہ کی

لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ز

تمہارے سامنے جب لوٹ کر جاؤ گے تم ان کی طرف تاکہ درگزر کرو تم ان سے، پس درگزر (ہی) کرو تم ان سے، یقیناً وہ لوگ ناپاک ہیں،

وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ

اور ٹھکانا ان کا جہنم ہے بدلے میں ان کاموں کے جو تھے وہ کماتے ○ قسمیں کھائیں گے وہ تمہارے سامنے تاکہ تم راضی ہو جاؤ ان سے،

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

سو اگر تم راضی بھی ہو جاؤ ان سے تو یقیناً اللہ نہیں راضی ہو گا ان لوگوں سے جو فاسق ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دولت مند منافقین کے پیچھے رہنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے پیچھے رہنے کے لیے ان کے پاس کوئی عذر نہ تھا اور یہ بھی آگاہ فرمایا: ﴿يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ﴾ ”جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تو تم سے عذر کریں گے۔“ یعنی جب تم ان کے پاس اپنے غزوہ سے واپس لوٹو گے تو یہ منافقین تمہارے پاس معذرت کریں گے۔ ﴿قُلْ﴾ آپ ان سے کہہ دیجیے! ﴿لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ﴾ ”تم بہانے مت بناؤ، ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے“ یعنی ہم تمہاری جھوٹی معذرتوں کی تصدیق نہیں کریں گے۔ ﴿قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ﴾ ”اللہ نے ہمیں تمہارے حالات سے خبردار کر دیا ہے“ اور اللہ تعالیٰ اپنے قول میں سچا ہے اب معذرت پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ وہ ایسی ایسی معذرتیں پیش کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو آگاہ فرمایا ہے وہ اس کے عین برعکس ہے اور یہ قطعاً محال ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے جھوٹ ہونے کی خبر دے رہا ہے وہ سچ ہو، اللہ تعالیٰ کی خبر تو صداقت کے بلند ترین مرتبے پر ہے۔ ﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ”اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال دیکھیں گے۔“ یعنی دنیا میں، کیونکہ عمل صداقت کی میزان ہے اور عمل کے ذریعے سے سچ اور جھوٹ میں امتیاز ہوتا ہے۔ رہے مجرد اقوال تو ان کی صداقت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ﴿ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ”پھر تم غائب وحاضر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ جس سے کوئی چیز اوجھل نہیں۔ ﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ”اور جو عمل تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتائے گا۔“

یعنی تم برا یا بھلا جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے بارے میں آگاہ فرمائے گا اور تم پر ذرہ بھر ظلم کیے بغیر اپنے عدل اور فضل سے تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

واضح رہے کہ برائی کا ارتکاب کرنے والے کے تین احوال ہیں:

(۱) ظاہر اور باطن میں اس کی بات اور عذر کو قبول کیا جائے اور اس بنا پر اس کو معاف کر دیا جائے اور اس کی یہ حالت ہو جائے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(۲) اس کو سزا دی جائے اور اس کے گناہ پر فعلی تعزیر دی جائے۔

(۳) گناہ کا ارتکاب کرنے والے سے اعراض کیا جائے اور اس نے جس گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس کے بدلے میں عقوبت فعلی سے گریز کیا جائے۔

یہ تیسرا رویہ ہے جس کی بابت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ منافقین کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا جائے۔ بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ﴾ ''وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے' تا کہ تم ان سے درگزر کرو پس تم ان سے درگزر کرو۔'' یعنی ان کو زجر و توبیخ کرو نہ ان کو مارو پیٹو اور نہ ان کو قتل کرو ﴿اِنَّهُمْ رِجْسٌ﴾ ''وہ ناپاک ہیں۔'' یعنی وہ ناپاک اور خبیث ہیں اور وہ اس قابل نہیں کہ ان کی پروا کی جائے' زجر و توبیخ اور سزا بھی ان کے لیے مفید نہیں ﴿وَ﴾ ''اور'' ان کے لیے یہی کافی ہے کہ ﴿مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ ''ان کے کرتوتوں کی پاداش میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ﴾ ''وہ قسمیں کھائیں گے تمہارے لئے' تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ'' یعنی وہ تم سے یہ آخری مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ مجرد اعراض نہیں چاہتے' بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ گویا کہ انہوں نے کوئی کوتاہی کی ہی نہیں ﴿فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ﴾ ''لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔'' یعنی' اے مومنو! تمہارے لئے مناسب نہیں کہ تم ان لوگوں پر رضامندی کا اظہار کرو جن پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں بلکہ تم پر واجب ہے کہ تم اپنے رب کی رضا اور ناراضی میں اس کی موافقت کرو۔

غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمایا ہے: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ﴾ ''بے شک اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا'' اور یہ نہیں فرمایا: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنْهُمْ﴾ ''ان سے راضی نہیں ہوتا'' تا کہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اگر یہ یا کوئی اور جب بھی توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور ان پر راضی ہو جاتا ہے' لیکن جب تک وہ اپنے فسق پر جمے رہیں اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں

ہوتا' کیونکہ اس کی رضا کا مانع موجود ہے...... اور وہ ہے ان کا ان امور سے باہر نکلنا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں مثلاً ایمان اور اطاعت اور ایسے امور میں داخل ہونا جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں مثلاً شرک' نفاق اور نافرمانی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ ذکر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی عذر کے بغیر جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنے والے منافقین جب اہل ایمان کے سامنے عذر پیش کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے میں ان کے پاس عذر تھا تو وہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے معاملے کو نظر انداز کر کے ان سے راضی رہو اور ان کا عذر قبول کر لو۔ رہا ان کا عذر قبول کرنا اور ان سے راضی ہونا تو اس میں ان سے کوئی محبت نہیں اور نہ ان کی کوئی تکریم ہے۔

رہا ان سے اعراض کرنا تو اہل ایمان ان سے اس طرح اعراض کیا کرتے تھے جس طرح ناپاک اور ردی امور سے اعراض کیا جاتا ہے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے کلام کا اثبات ہوتا ہے اور اسی آیت کریمہ میں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ میں اللہ تعالیٰ کے افعال اختیاری کا اثبات بھی ہوتا ہے جو اس کی مشیت اور قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ان کے عمل کو اس کے واقع ہونے کے بعد دیکھے گا۔ ان آیات کریمہ میں نیکوکاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور فاسقین کے ساتھ ناراضی اور غصے کا اثبات ہوتا ہے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

بدوی (دیہاتی) زیادہ سخت ہیں کفر اور نفاق میں، اور زیادہ لائق ہیں اس بات کے کہ نہ جانیں وہ ان احکام کو جو نازل کیے اللہ نے

عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ

اپنے رسول پر، اور اللہ خوب جاننے والا' خوب حکمت والا ہے ○ اور کچھ بدوی وہ ہیں جو خیال کرتے ہیں اسکو، جو وہ خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں)

مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾

تاوان، اور انتظار کرتے ہیں تم پر زمانے کی گردشوں کا، انھیں پر ہے گردش بری، اور اللہ خوب سنتا جانتا ہے ○

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ

اور کچھ بدوی وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ اور یوم آخرت کے اور خیال کرتے ہیں اسکو جو خرچ کرتے ہیں (دین کے لیے) قربت کا ذریعہ

عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ

اللہ کے ہاں اور (ذریعہ) دعائیں لینے کا رسول کی، آگاہ رہو! یقیناً یہ (خرچ کرنا) قربت کا ذریعہ ہے ان کے لیے، عنقریب داخل کرے گا ان کو اللہ

فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾ ع

اپنی رحمت میں، بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلْاَعْرَابُ﴾ ''بدوی'' اس سے مراد صحرا اور دیہات میں رہنے والے لوگ

ہیں ﴿ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا ﴾ ”زیادہ سخت ہیں کفر اور نفاق میں۔“ یعنی صحرا میں رہنے والوں میں شہر کے ان لوگوں کی نسبت زیادہ کفر اور نفاق ہے جن میں نفاق کا مرض پایا جاتا ہے۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں۔

(۱) بدوی لوگ شریعت، اعمال اور احکام سے بہت دور ہوتے ہیں۔ پس وہ اسی قابل ہوتے ہیں ﴿ وَاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﴾ ”اور اس قابل ہیں کہ جو احکام اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں، ان سے واقف نہ ہوں۔“ یعنی جو احکام شریعت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں، مثلاً اصول ایمان اور اوامر و نواہی وغیرہ...... ان سے واقف نہ ہوں۔ اس کے برعکس شہر میں رہنے والے لوگ اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان حدود سے واقف ہوں جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں اور اس علم کے سبب سے ان میں خوبصورت تصورات اور نیکی کے ارادے جنم لیتے ہیں جن کے بارے میں یہ شہری لوگ جانتے ہیں، بدوی ان کا علم نہیں رکھتے۔

(۲) شہریوں میں لطافت طبع پائی جاتی ہے اور ان میں داعی حق کی اطاعت کا جذبہ موجود ہوتا ہے جو بدویوں میں نہیں ہوتا۔

(۳) شہری بدویوں کی نسبت اہل ایمان کے ساتھ زیادہ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے ساتھ زیادہ اختلاط رکھتے ہیں۔ بنا بریں وہ بدویوں کی نسبت بھلائی کے زیادہ اہل ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ کفار اور منافقین شہر اور دیہات دونوں جگہ پائے جاتے ہیں مگر دیہات میں شہر کی نسبت کفر و نفاق زیادہ شدید ہوتا ہے۔

(۴) بدوی مال و متاع کے زیادہ حریص ہوتے ہیں اور مال کے بارے میں ان میں زیادہ بخل پایا جاتا ہے۔

بدویوں ہی میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں ﴿ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ ﴾ ”جو سمجھتے ہیں اس کو جسے وہ خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو ﴿ مَغْرَمًا ﴾ ”تاوان“ یعنی خسارہ اور نقصان اور وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اخروی ثواب نہیں چاہتے اور بہت ناگواری سے زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے ہیں۔ ﴿ وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ﴾ ”اور انتظار کرتے ہیں وہ تم پر زمانے کی گردشوں کا“ یعنی اہل ایمان کے ساتھ اپنے بغض اور عداوت کی بنا پر وہ تمہارے بارے میں گردش ایام اور مصائب زمانہ کے منتظر ہیں مگر یہ گردش ایام الٹا انہی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی ﴿ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ﴾ ”یہ بری مصیبت انہی پر واقع ہوگی۔“ رہے اہل ایمان تو ان کے لیے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی اور ان کا انجام اچھا ہے ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ ”اور اللہ علم رکھنے والا، حکمت والا ہے۔“ وہ بندوں کی نیتوں کو خوب جانتا ہے اور بندوں سے جو اعمال اخلاص کے ساتھ اور اخلاص کے بغیر صادر ہوتے ہیں وہ ان سے بھی آگاہ ہے۔

تمام اعراب قابل مذمت نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں ﴿ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾

''جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں'' بنابریں وہ کفر و نفاق سے بچے ہوئے ہیں اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ﴿ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور جو وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے نزدیک ہونے میں شمار کرتے ہیں'' یعنی وہ اپنے صدقے پر ثواب کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کے قرب کے قصد سے صدقہ دیتے ہیں۔ ﴿ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ﴾ ''اور رسول کی دعائیں لینے میں'' اور وہ اس صدقہ کو اپنے لئے رسول ﷺ کی دعاؤں اور برکت کا وسیلہ بناتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی دعاؤں کے فائدہ مند ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ﴾ ''سنو وہ بے شک ان کے لیے (موجب) قربت ہے۔'' یعنی یہ صدقات اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں۔ صدقات سے ان کا مال بڑھتا ہے اور اس میں برکت نازل ہوتی ہے ﴿ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ﴾ ''اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔'' وہ ان کو اپنے جملہ نیک بندوں میں شامل کرے گا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' جو کوئی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ اپنی رحمت کو اپنے تمام بندوں پر عام کرتا ہے' اس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ وہ اپنے مومن بندوں کو ایسی رحمت کے لئے مخصوص کرتا ہے جس کے تحت وہ ان کو نیکیوں کی توفیق عطا کرتا ہے اور انہیں اپنے احکام کی خلاف ورزی سے محفوظ رکھتا ہے اور انہیں مختلف انواع کے ثواب عطا کرتا ہے۔

(۱) اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ بدوی لوگ بھی شہروں میں رہنے والے لوگوں کی مانند ہیں ان میں قابل ستائش لوگ بھی ہیں اور قابل مذمت بھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بدویوں کی محض اس بنا پر مذمت نہیں فرمائی کہ وہ صحراؤں میں رہنے والے ہیں' بلکہ ان کی مذمت اس سبب کی بنا پر کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کر دیا اور اوامر و منہیات کی عدم تعمیل کی ان سے زیادہ توقع ہوتی ہے۔

(۲) کفر اور نفاق کم یا زیادہ اور حسب احوال سخت یا نرم ہوتا رہتا ہے۔

(۳) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ علم کو فضیلت حاصل ہے۔ علم سے محروم شخص' اس شخص کی نسبت شر کے زیادہ قریب ہے جو علم رکھتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اعراب کی مذمت کرتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ وہ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر بھی کیا ہے جو اس درشتی کا موجب ہے۔ ان سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ان حدود سے ناواقف ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہیں۔

(۴) علم نافع' جو سب سے زیادہ نفع مند علم ہے' دین کے اصول و فروع کی حدود کی معرفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں' مثلاً حدود ایمان' حدود اسلام' حدود احسان' تقویٰ' فلاح' اطاعت' نیکی'

صلہ رحمی، بھلائی، کفر، نفاق، فسق و فجور، نافرمانی، زنا، شراب نوشی اور سود خوری وغیرہ کی حدود۔ ان حدود کی معرفت کے بعد ہی عارف ان حدود پر عمل پیرا ہو سکتا ہے جن پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا حرام ہونے کی صورت میں ترک کرنے پر قادر ہو سکتا ہے۔

(۵) بندۂ مومن کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ شرح صدر اور اطمینان قلب کے ساتھ ان حقوق کو ادا کرے جو اس کے ذمے عائد کیے گئے ہیں اور ہمیشہ فائدہ حاصل کرنے میں کوشاں رہے اور نقصان سے بچتا رہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ
اور سبقت کرنے والے (قبول اسلام میں) سب سے پہلے مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ جنہوں نے اتباع کیا ان کا
بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا
ساتھ احسان کے، راضی ہو گیا اللہ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ سے، اور تیار کیے ہیں اللہ نے ان کیلئے ایسے باغات کہ بہتی ہیں نیچے ان کے
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۱۰۰
نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں ابد تک، یہی ہے کامیابی بہت بڑی ○

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے'' اس سے مراد اس امت کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان، ہجرت، جہاد اور اقامت دین میں سبقت کی۔ ﴿مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾ ''ہجرت کرنے والوں میں سے۔'' یعنی وہ لوگ جن کو ان کے گھروں اور مال و متاع سے بے دخل کر کے نکال دیا گیا، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی رضا کی تلاش میں رہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی درحقیقت سچے لوگ ہیں۔

﴿وَالْاَنْصَارِ﴾ ''اور انصار میں سے۔'' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مہاجرین سے پہلے، ہجرت کے گھر (یعنی مدینہ منورہ) اور ایمان میں جگہ پکڑی، جو کوئی ہجرت کر کے ان کے پاس جاتا ہے یہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو عطا کیا گیا ہے وہ اس کے متعلق دل میں کوئی خلش نہیں پاتے اور مہاجرین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی کیوں نہ ہو۔

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ ''اور جنہوں نے ان کی پیروی کی نیکی کے ساتھ'' جنہوں نے عقائد، اقوال اور اعمال میں ان مہاجرین و انصار کی پیروی کی، یہی وہ لوگ ہیں جو مذمت سے بچے ہوئے ہیں، جنہیں مدح کا بلند ترین درجہ اور اللہ کی طرف سے کرامت کا افضل ترین مقام حاصل ہے۔ ﴿رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ ''اللہ ان سے راضی ہو گیا'' اور اللہ تعالیٰ کی رضا جنت کی نعمتوں سے بھی بڑی ہے۔ ﴿وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں''۔ بہنے والی وہ نہریں جو جنت، جنت کی خوبصورت پھلواریوں اور جنت کے عمدہ باغات کو سیراب کرتی ہیں۔

﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا﴾ ''ہمیشہ اس میں رہیں گے ابد تک۔'' یعنی وہ اس جنت سے کسی اور جگہ منتقل ہونا چاہیں گے نہ اس کو بدلنا' کیونکہ وہ جب بھی کسی چیز کی تمنا کریں گے اس کو حاصل کرلیں گے اور جب بھی کسی چیز کا ارادہ کریں گے اس کو موجود پائیں گے۔

﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ ''یہی ہے بڑی کامیابی۔'' جہاں انہیں ان کے نفس کی ہر محبوب چیز' روح کی لذت' دلوں کی نعمت' اور بدن کی شہوت حاصل ہوگی اور نچنے کے قابل ہر چیز کو ان سے دور رکھا جائے گا۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا

اور بعض ان لوگوں میں سے جو تمہارے آس پاس ہیں دیہاتیوں میں سے منافق ہیں، اور بعض اہل مدینہ میں سے بھی، اڑے ہوئے ہیں وہ

عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ

نفاق پر، نہیں جانتے آپ انہیں، ہم جانتے ہیں انہیں، عنقریب ہم عذاب دیں گے ان کو دو مرتبہ،

ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾

پھر لوٹائے جائیں گے وہ طرف عذاب عظیم کی ○

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ﴾ ''اور تمہارے گرد رہنے والے گنواروں میں سے بعض منافق ہیں اور بعض مدینے والوں میں سے'' یعنی مدینہ میں بھی منافقین موجود ہیں ﴿مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ﴾ ''اڑے ہوئے ہیں وہ نفاق پر'' یعنی نفاق کے عادی ہیں اور نفاق میں ان کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾ ''آپ ان کو نہیں جانتے۔'' یعنی آپ ان کے اعیان کو نہیں جانتے کہ آپ ان کو سزا دے سکیں یا ان کے نفاق کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کرسکیں۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت پنہاں ہے۔ ﴿نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ﴾ ''ہم ان کو جانتے ہیں' ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے۔'' اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ ''تثنیہ'' کا لفظ اپنے حقیقی باب (معنی) میں استعمال ہوا ہو تب اس سے مراد دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب ہے۔ پس دنیا میں اہل ایمان کی فتح و نصرت سے ان کو جو غم و ہموم اور سخت ناگواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ دنیا کا عذاب ہے اور آخرت میں ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے اور یہ احتمال بھی موجود ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم ان کو نہایت سخت عذاب دیں گے' ان کو دگنا عذاب دیں گے اور بار بار عذاب دیں گے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ

اور (کچھ) دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اعتراف کیا اپنے گناہوں کا، ملایا انہوں نے ایک عمل اچھا اور دوسرا (عمل) برا، امید ہے کہ اللہ

اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

توجہ فرمائے گا ان پر، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا' رحم کرنے والا ہے ○ آپ لیجیے! ان کے مالوں میں سے صدقہ

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ

(تاکہ) پاک کریں آپ انہیں اور تزکیہ کریں انکا اسکے ذریعے سے اور دعا فرمائیں انکے حق میں بلاشبہ آپ کی دعا (ذریعۂ) تسکین ہے

لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾

ان کے لیے، اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے○

﴿وَاٰخَرُوْنَ﴾ ”اور دوسرے لوگ ہیں“ مدینہ اور اس کے ارد گرد رہنے والے دیگر لوگ، بلکہ تمام بلاد اسلامیہ کے لوگ ﴿اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ﴾ ”انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا۔“ ان پر نادم ہوئے، پھر وہ گناہوں سے توبہ کرنے اور ان کی گندگی سے پاک وصاف ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ ﴿خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا﴾ ”ملایا انہوں نے ایک نیک کام اور دوسرا برا کام۔“ عمل اس وقت تک صالح نہیں ہو سکتا جب تک کہ بندے کے پاس توحید کی اساس اور ایمان موجود نہ ہو جو اسے کفر اور شرک کے دائرے سے باہر نکالتا ہے اور جو ہر عمل صالح کے لیے شرط ہے۔ پس ان لوگوں نے بعض محرمات کے ارتکاب کی جسارت اور بعض واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہوئے نیک اعمال کو بد اعمال کے ساتھ خلط ملط کر لیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کے گناہوں کو بخش دے گا۔ تو پس یہی وہ لوگ ہیں ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ”ممکن ہے اللہ ان کی توبہ قبول کر لے۔“

اللہ تعالیٰ دو طرح سے اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے۔

۱۔ اپنے بندے کو توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے۔

۲۔ پھر بندے کے توبہ کرنے کے بعد اس توبہ کو قبول کرتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ”بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ یعنی مغفرت اور رحمت اس کا وصف ہے، کوئی مخلوق اس کی مغفرت اور رحمت سے باہر نہیں، بلکہ اس کی مغفرت اور رحمت کے بغیر تمام عالم علوی اور عالم سفلی باقی نہیں رہ سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کی پاداش میں پکڑ لے تو روئے زمین پر کوئی جاندار نہیں بچے گا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (فاطر: ۳۵/ ۴۱) ”اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں، اگر وہ ٹل جائیں، تو اللہ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس کو تھام سکے بے شک وہ بہت حلم والا، بخشنے والا ہے“۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مغفرت ہی ہے کہ اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والے، جن کی عمریں برے اعمال میں صرف ہوتی ہیں، جب وہ اپنی موت سے تھوڑا سا پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس کے حضور توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر کے ان کی برائیوں سے درگزر کر دیتا ہے۔ پس یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جس بندے کی نیکیاں اور گناہ

ملے جلے ہوں، وہ اپنے گناہوں کا معترف اور ان پر نادم ہو اور اس نے خالص توبہ کی ہو، وہ خوف و رجاء کے مابین ہوتا ہے وہ سلامتی کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور وہ بندہ جس کی نیکیاں اور گناہ خلط ملط ہوں مگر وہ اپنے گناہوں کا معترف ہو نہ ان پر نادم ہو بلکہ وہ ان گناہوں کے ارتکاب پر مصر ہو تو اس کے بارے میں سخت خوف ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ اور آپ کے قائم مقام کو ان امور کا حکم دیتا ہے جو اہل ایمان کی تطہیر اور ان کے ایمان کی تکمیل کرتے ہیں، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ﴾ ''لیں ان کے مالوں سے صدقہ'' اس سے مراد فرض زکوٰۃ ہے ﴿ تُطَهِّرُهُمْ ﴾ ''آپ ان کو پاک کریں'' یعنی آپ ان کو گناہوں اور اخلاق رذیلہ سے پاک کریں ﴿ وَتُزَكِّيْهِمْ ﴾ ''اور ان کا تزکیہ کریں'' یعنی آپ ان کی نشوونما کریں، ان کے اخلاق حسنہ، اعمال صالحہ اور ان کے دنیاوی اور دینی ثواب میں اضافہ کریں اور ان کے مالوں کو بڑھائیں۔ ﴿ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ﴾ ''اور ان کے حق میں دعا کیجیے'' تمام مومنین کے لیے عام طور پر اور خاص طور پر اس وقت جب وہ اپنے مال کی زکوٰۃ آپ کی خدمت میں پیش کریں ﴿ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ﴾ ''آپ کی دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔'' یعنی آپ کی دعا ان کے لیے اطمینان قلب اور خوشی کا باعث ہے ﴿ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ ﴾ ''اور اللہ سننے والا'' یعنی اللہ آپ کی دعا کو قبول کرنے کے لیے سنتا ہے ﴿ عَلِيْمٌ ﴾ ''جاننے والا ہے۔'' وہ اپنے بندوں کے تمام احوال اور ان کی نیتوں کو خوب جانتا ہے، وہ ہر شخص کو اس کے عمل اور اس کی نیت کے مطابق جزا دے گا۔

نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل فرمایا کرتے تھے۔ آپ ان کو صدقات کا حکم دیتے تھے اور صدقات کی وصولی کے لیے اپنے عمال بھیجا کرتے تھے، جب کوئی صدقہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اسے قبول فرما لیتے اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ تمام اموال میں زکوٰۃ واجب ہے، جب یہ اموال تجارت کی غرض سے ہوں تو اس کا وجوب صاف ظاہر ہے، کیونکہ مال تجارت نمو کا حامل ہوتا ہے اور اس کے ذریعے سے مزید مال کمایا جاتا ہے، لہٰذا عدل کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو زکوٰۃ فرض کی ہے اسے ادا کر کے فقرا سے ہمدردی کی جائے۔ مال تجارت کے علاوہ دیگر مال، اگر نمو اور اضافے کا حامل ہو، جیسے غلہ جات، پھل، مویشی، مویشیوں کا دودھ اور ان کی نسل وغیرہ تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر مال نمو کے قابل نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، کیونکہ جب یہ مال خالص خوراک اور گزارے کے لیے ہے تو یہ ایسا مال نہیں ہے جسے انسان عادۃً متمول ہونے کے لیے رکھتا ہے جس سے مالی مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں، بلکہ اس سے مالی فوائد کی بجائے صرف گزارہ کیا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ انسان اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیے بغیر ظاہری اور باطنی طور پر پاک نہیں ہو سکتا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے سوا کوئی چیز اس کا کفارہ نہیں بن سکتی، کیونکہ زکوٰۃ تطہیر اور پاکیزگی ہے جو

زکوۃ کی ادائیگی پر موقوف ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام یا اس کے نائب کا زکوۃ ادا کرنے والے کے لیے برکت کی دعا کرنا مستحب ہے اور مناسب یہ ہے کہ امام بآواز بلند دعا کرے تاکہ اس سے زکوۃ ادا کرنے والے کو سکون قلب حاصل ہو۔

اس آیت کریمہ سے یہ معنی بھی نکلتا ہے کہ مومن کے ساتھ نرم گفتگو اور اس کے لیے دعا وغیرہ اور ایسی باتوں کے ذریعے سے اس کو خوش رکھا جائے جن میں اس کے لیے طمانیت اور سکون قلب ہو۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

کیا نہیں جانا انہوں نے اس بات کو کہ یقیناً اللہ ہی قبول فرماتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور لیتا ہے صدقات

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

اور یہ کہ بلاشبہ اللہ ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا؟○

کیا وہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اس کے فضل و کرم کے فیضان عام کو نہیں جانتے؟ ﴿يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ “اللہ ہی اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے۔” توبہ کرنے والے بندوں کی، خواہ یہ توبہ کسی بھی گناہ سے کیوں نہ ہو بلکہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔ ﴿وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ “اور صدقات لیتا ہے۔” یعنی وہ اپنے بندوں کے صدقات قبول کرتا ہے اور ان کو دائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور ان کے صدقات کو اس طرح بڑھاتا رہتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ صدقہ میں دیا گیا کھجور کا ایک دانہ بڑے پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے اور اس صدقہ کا کیا حال ہوگا جو کھجور کے دانے سے بہت بڑا اور تعداد میں بہت زیادہ ہو۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ﴾ “اور بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔” یعنی وہ توبہ کرنے والوں کی بہت کثرت سے توبہ قبول کرتا ہے۔ جو کوئی بھی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے خواہ وہ بار بار گناہ کا ارتکاب کیوں نہ کرتا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے سے اس وقت تک تنگ نہیں آتا جب تک کہ بندے توبہ کرنے سے تنگ نہ آ جائیں اور اس کے دروازے سے بھاگ کر اس کے دشمن کو دوست نہ بنا لیں۔ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ “بہت رحم کرنے والا ہے۔” جس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کے لیے لکھ دیا ہے جو زکوۃ دیتے ہیں، اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے رسول کی اتباع کرتے ہیں۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ

اور کہہ دیجیے! عمل کرو تم، پس عنقریب دیکھے گا اللہ تمہارے عمل کو، اور اس کا رسول اور مومن بھی، اور عنقریب لوٹائے جاؤ گے تم

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اس کی طرف جو جاننے والا ہے چھپی اور کھلی باتوں کو، پھر خبر دے گا وہ تمہیں ساتھ ان کے جو تھے تم عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿وَقُلِ﴾ ”اور کہہ دیجیے!“ یعنی ان منافقین سے کہہ دیجیے! ﴿اعْمَلُوْا﴾ ”عمل کیے جاؤ۔“ یعنی تم جو اعمال بجالانا چاہتے ہو بجالاؤ‘ اپنے باطل پر جمے رہو اور یہ نہ سمجھو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے چھپا رہے گا۔ ﴿فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ”پھر دیکھ لے گا اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مومن“ یعنی تمہارا عمل ضرور ظاہر ہو کر رہے گا ﴿وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ”اور جلد تم لوٹائے جاؤ گے اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کو جانتا ہے‘ پس وہ تم کو ان عملوں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے“۔ وہ اچھے ہوں گے یا برے۔ اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے سخت وعید اور تہدید ہے جو اپنے باطل‘ سرکشی‘ گمراہی اور نافرمانی پر مصر ہے۔ اس میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ تم جب بھی کوئی اچھا یا برا عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے‘ وہ اس عمل کے بارے میں اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کو مطلع کر دے گا‘ خواہ وہ چھپے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ

اور کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں جو چھوڑ دیے گئے اللہ کے حکم کے (انتظار) میں یا تو وہ سزا دے گا انہیں یا متوجہ ہو گا ان پر،

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

اور اللہ خوب جاننے والا‘ خوب حکمت والا ہے ○

﴿وَاٰخَرُوْنَ﴾ ”اور کچھ دوسرے لوگ“ یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانے والے کچھ دوسرے لوگ ﴿مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ﴾ ”جن کا کام اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔“ یعنی جن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر موخر ہے ﴿اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ﴾ ”چاہے ان کو عذاب دے‘ چاہے ان کی توبہ قبول کر لے۔“ اس آیت کریمہ میں جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے لیے سخت تخویف ہے اور ان کو توبہ کرنے اور اپنے اس عمل پر نادم ہونے کی ترغیب دی گئی ہے ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ”اور اللہ جاننے والا‘ حکمت والا ہے۔“ یعنی وہ تمام اشیاء کو ان کے لائق مقام پر رکھتا ہے‘ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دے اور ان کو توبہ کی توفیق نہ دے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ایک مسجد ضرر پہنچانے اور کفر پھیلانے اور تفرقہ ڈالنے کے لیے درمیان مومنوں کے،

وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا

اور انتظار کرنے کے لیے اس شخص کا جس نے لڑائی کی اللہ اور اسکے رسول سے، پہلے اس سے، اور ضرور قسمیں کھائیں گے وہ کہ نہیں ارادہ کیا تھا ہم نے مگر

الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ

اچھائی کا، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلا شبہ وہ بالکل جھوٹے ہیں ○ نہ کھڑے ہوں آپ اس مسجد (ضرار) میں کبھی بھی، البتہ وہ مسجد

اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ

کہ بنیاد رکھی گئی ہے (اس کی) تقویٰ پر پہلے ہی دن سے، زیادہ حق دار ہے اسکی کہ کھڑے ہوں آپ اس میں، اس میں تو ایسے لوگ ہیں

یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ

جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ پاک ہوں وہ اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو ○ کیا پس وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی

عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ

اللہ کے تقویٰ اور (اس کی) رضا مندی پر، (وہ) بہتر ہے یا وہ شخص کہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اوپر کنارے کھوکھلے

هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

گرنے والے کے، پس وہ (گڑھا) لے ہی گرا اس (شخص) کو آتش جہنم میں؟ اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو ○

لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ

ہمیشہ رہے گی عمارت ان کی، وہ جو انہوں نے بنائی تھی، شک ڈالنے والی ان کے دلوں میں مگر یہ کہ پاش پاش ہو جائیں دل ان کے،

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳ (۱۱) ۲

اور اللہ خوب جاننے والا خوب حکمت والا ہے ○

اہل قبا میں سے کچھ منافقین نے مسجد قبا کے پہلو میں ایک مسجد بنائی اس مسجد کی تعمیر سے ان کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اور ان کے درمیان اختلاف اور افتراق پیدا کرنا تھا' نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف تخریب کاری کرنے والوں کے لیے بوقت ضرورت محفوظ پناہ گاہ تیار کرنا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کی رسوائی کو بیان کرتے ہوئے ان کا بھید ظاہر کر دیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے کے لیے'' یعنی اہل ایمان اور ان کی اس مسجد کو نقصان پہنچانے کی خاطر جس میں اہل ایمان جمع ہو کر نماز پڑھتے تھے ﴿ وَكُفْرًا ﴾ ''اور کفر کے لیے'' اس مسجد کی تعمیر میں ان کا مقصد کفر تھا جبکہ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا مقصد ایمان تھا۔ ﴿ وَتَفْرِیْقًاۢ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ ''اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیے'' تاکہ اہل ایمان مختلف گروہوں میں تقسیم ہو کر افتراق کا شکار ہو جائیں اور آپس میں اختلاف کرنے لگیں ﴿ وَاِرْصَادًا ﴾ ''اور گھات لگانے کے لیے'' یعنی تیار کرنے کے لیے ﴿ لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ﴾

”اس شخص کو جو لڑ رہا ہے اللہ اور اس کے رسول سے پہلے سے“ یعنی اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرنے والوں کی اعانت کے لیے' جن کی جنگ اور تخریب کاری پہلے ہی سے جاری اور جن کی عداوت بہت شدید تھی' مثلاً ابو عامر راہب کی عداوت اور اس کی سازشیں۔ ابو عامر اہل مدینہ میں سے تھا جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس نے آپ کا انکار کر دیا حالانکہ وہ زمانہ جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا۔ وہ مشرکین کے پاس چلا گیا' تاکہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ میں مشرکین سے مدد حاصل کرے مگر اسے اپنا مقصد حاصل نہ ہوا' چنانچہ وہ اس خیال سے قیصر روم کے پاس چلا گیا کہ وہ اس کی مدد کرے گا...... مگر وہ لعین راستے ہی میں مر گیا۔ اس نے اور منافقین نے ایک دوسرے کی مدد کا وعدہ کر رکھا تھا' منافقین نے اس کی سازشوں کے لیے پناہ گاہ کے طور پر مسجد ضرار تعمیر کروائی تھی' چنانچہ اس بارے میں وحی نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کو منہدم کرنے اور اس کو جلانے کے لئے کسی کو بھیجا۔ چنانچہ اس مسجد کو منہدم کر کے جلا دیا گیا اور اس کے بعد مسجد ضرار کی جگہ کوڑا ڈالنے کی جگہ بن گئی۔

اس مسجد کی تعمیر میں پنہاں ان کے برے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَآ﴾ ”اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا“ یعنی اس مسجد کی تعمیر سے ﴿إِلَّا الْحُسْنَىٰ﴾ ”مگر بھلائی ہی کا“ یعنی کمزور' معذور اور نابینا اہل ایمان کے ساتھ بھلائی کرنا مقصود ہے۔ ﴿وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ ”اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں“۔ پس ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی گواہی ان کے حلف سے زیادہ معتبر ہے۔

﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾ ”آپ اس میں کبھی کھڑے بھی نہ ہونا۔“ یعنی اس مسجد میں' جو مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کے لیے تعمیر کی گئی ہے' کبھی نماز نہ پڑھیے۔ اللہ آپ کو اس سے بے نیاز کرتا ہے اور آپ اس مسجد کے ضرورت مند بھی نہیں۔ ﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ﴾ ”البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی“ قبا میں اسی مسجد سے اسلام ظاہر ہوا' اس سے مراد ”مسجد قبا“ ہے۔ جس کی اساس دین میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص' اس کے ذکر کی اقامت اور اس کے شعائر پر رکھی گئی ہے۔ یہ قدیم اور معروف مسجد تھی۔

یہ فضیلت والی مسجد ﴿أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ﴾ ”زیادہ قابل ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوا کریں“ یعنی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں عبادت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں' کیونکہ یہ فضیلت والی مسجد ہے' اس میں نماز پڑھنے والے فضیلت کے مالک ہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾ ”اس میں ایسے لوگ ہیں جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ پاک رہیں“ یعنی گناہوں سے اور میل کچیل' نجاستوں اور ناپاکی سے پاک صاف رہنا پسند کرتے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ جو کوئی کسی چیز کو پسند کرتا ہے وہ اس کے حصول کی سعی اور جدوجہد کرتا ہے' اس لئے یہ لابدی ہے کہ اہل قبا گناہ' میل کچیل اور

حدث سے پاک رہنے کے بہت حریص تھے۔ اس لئے وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی' جو نماز قائم کرنے والے' رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کی حفاظت کرنے والے' اقامت دین کی کوشش کرنے والے اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے بچنے والے تھے۔ جب اہل قبا کی مدح میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طہارت کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ وہ استنجا کرتے وقت پتھر کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل پر ان کی تعریف فرمائی۔ ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ ''اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ معنوی طہارت یعنی شرک اور اخلاق رذیلہ سے تنزہ اور حسی طہارت یعنی نجاستوں اور حدث سے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے مقاصد اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ان کی موافقت کے مطابق اس مسجد کی دیگر مساجد پر فضیلت بیان کی' چنانچہ فرمایا: ﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ﴾ ''بھلا جس شخص نے بنیاد رکھی اللہ کے تقویٰ پر'' یعنی جو صالح نیت اور اخلاص پر بنیاد رکھتا ہے ﴿وَرِضْوَانٍ﴾ ''اور اس کی رضامندی پر'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت کرتے ہوئے اپنے عمل میں اخلاص اور اتباع کو جمع کرتا ہے ﴿خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ﴾ ''زیادہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی ایک کھائی کے کنارے پر جو گرنے کو ہے'' یعنی کھوکھلے اور بوسیدہ کنارے پر' جو منہدم ہونے کے قریب ہو۔ ﴿فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر وہ اس کو لے کر گر پڑا جہنم کی آگ میں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کیونکہ اس (مسجد ضرار) کے گرانے میں (اہل حق) کے دین اور دنیا کے مصالح ہیں۔

﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ''ہمیشہ رہے گا اس عمارت سے جو انہوں نے بنائی' ان کے دلوں میں شبہ'' یعنی شک اور ریب' جو ان کے دل میں جڑ پکڑ گیا ﴿اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''مگر یہ کہ ٹکڑے ہو جائیں ان کے دل کے'' سوائے اس کے کہ انتہائی ندامت کی بنا پر ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں' وہ اپنے رب کی طرف توبہ کے ساتھ رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈریں' تب اس بنا پر اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔ ورنہ یہ مسجد جو انہوں نے بنائی ہے ان کے شک وریب اور نفاق میں اضافہ کرتی چلی جائے گی۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے ظاہر و باطن اور ان کے خفی اور جلی تمام پہلوؤں کو جانتا ہے' نیز وہ ان باتوں کو بھی خوب جانتا ہے جو بندے چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں۔ ﴿حَكِيْمٌ﴾ وہ صرف وہی کام کرتا ہے یا تخلیق کرتا ہے یا وہ حکم دیتا ہے یا منع کرتا ہے' جس کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے فللّٰہ الحمد۔

ان آیات کریمہ سے متعدد فوائد مستفاد ہوتے ہیں:

(۱) کوئی ایسی مسجد تعمیر کرنا جس سے کسی دوسری مسجد کو نقصان پہنچانا مقصود ہو جو اس کے قریب موجود ہو' حرام

ہے' نیز یہ کہ ایسی مسجد ضرار کو' جس کو تعمیر کرنے والوں کا مقصد ظاہر ہو' منہدم کرنا واجب ہے۔

(۲) کام خواہ کتنا ہی فضیلت والا کیوں نہ ہو' فاسد نیت اس کی نوعیت کو بدل ڈالتی ہے' تب وہی کام ممنوع ہو جاتا ہے' جیسے مسجد ضرار کی تعمیر کرنے والوں کی بری نیت نے ان کے اس نیک کام کو برائی میں بدل ڈالا۔

(۳) ہر وہ حالت جس کے ذریعے سے اہل ایمان میں تفرقہ پیدا کیا جائے' گناہ شمار ہوتی ہے اس کو ترک کرنا اور اس کا ازالہ ضروری ہے۔ اسی طرح ہر وہ حالت جس سے اہل ایمان میں اتفاق اور الفت پیدا ہوتی ہے' اس کی پیروی کرنا' اس کا حکم اور اس کی ترغیب دینا ضروری ہے' کیونکہ ان کے مسجد ضرار تعمیر کرنے کی یہ علت بیان کی ہے کہ یہ ان کا فاسد مقصد تھا جو اس مسجد کے ممنوع ہونے کا موجب بنا' جیسے یہ مسجد کفر اور اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کی موجب ہے۔

(۴) اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے معصیت کے مقامات میں نماز پڑھنے اور ان کے قریب جانے سے روکا ہے۔

(۵) گناہ زمین کے ٹکڑوں کو متاثر کرتے ہیں جیسے ان منافقین کے گناہ مسجد ضرار پر اثر انداز ہوئے اور اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔ اسی طرح نیکی زمین کے ٹکڑوں پر اثر انداز ہوتی ہے جیسے مسجد قبا پر اثر انداز ہوئی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کے بارے میں فرمایا: ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾ بنا بریں مسجد قبا کو وہ فضیلت حاصل ہے جو کسی دوسری مسجد کو حاصل نہیں ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ ہر ہفتے مسجد قبا کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور اس میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

(۶) آیات کریمہ میں مندرجہ بالا تعلیل سے چار اہم شرعی قاعدے بھی مستفاد ہوتے ہیں۔

(الف) ہر وہ کام جس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچتا ہو یا جس میں اللہ کی نافرمانی ہو...... اور نافرمانی کفر کی ایک شاخ ہے...... یا جس سے اہل ایمان میں تفرقہ پیدا ہوتا ہو یا اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عداوت رکھنے والے کی اعانت ہوتی ہو' تو یہ کام ممنوع اور حرام ہے۔ اس کے برعکس اور متضاد تمام کام مستحب ہیں۔

(ب) چونکہ مسجد قبا وہ مسجد ہے' جس کی اساس تقویٰ پر رکھی گئی ہے (اس کی یہ فضیلت ہے) جبکہ مسجد نبوی جس کی بنیاد خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رکھی' آپ نے اس میں کام بھی کیا' اللہ تعالیٰ نے بھی اس مسجد کو آپ کے لیے چن لیا' تو اس مسجد کی بنیاد بھی تقویٰ پر ہے اور یہ فضیلت میں زیادہ اولیٰ ہے۔

(ج) وہ عمل جو اخلاص اور اتباع رسول ﷺ پر مبنی ہے۔ یہی وہ عمل ہے' جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے جو اپنے عامل کو نعمتوں بھری جنت میں پہنچائے گا۔

(د) وہ عمل جو برے مقصد اور بدعت و ضلالت پر مبنی ہے یہی وہ عمل ہے جس کی بنیاد کھوکھلے اور بوسیدہ کنارے پر رکھی گئی ہے جو اپنے عامل کو جہنم میں لے گرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی راہ نمائی نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ

یقیناً اللہ نے خرید لیا ہے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو بدلے اس کے کہ بلاشبہ ان کے لیے جنت ہے،

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ

وہ (مومن) لڑتے ہیں اللہ کے راستے میں، پس قتل کرتے ہیں وہ اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ وعدہ ہے اللہ کے ذمے سچا تورات

وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ

اور انجیل اور قرآن میں، اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے عہد کو اللہ سے (بڑھ کر)؟ پس خوش ہو جاؤ تم اپنے اس سودے پر

الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

وہ جو سودا کیا تم نے اللہ سے اور یہی ہے کامیابی بہت بڑی○

اللہ تبارک و تعالیٰ سچی خبر دیتا ہے، ایک عظیم بیع اور ایک بہت بڑے معاوضے کا سچا وعدہ کرتا ہے اور وہ بیع یہ ہے کہ ﴿اشْتَرَىٰ﴾ ''اس نے خرید لیا۔'' یعنی اللہ نے بنفس نفیس خرید لیا ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم﴾ ''مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو'' یعنی ان کی جان اور ان کے مال کی قیمت لگا دی گئی ہے اور یہ فروخت شدہ مال تجارت ہے۔ ﴿بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ ''اس کے بدلے میں ان کے لیے (وہ) جنت ہے'' جس میں ہر وہ چیز ہو گی جس کی نفس خواہش کریں گے اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی، یعنی انواع و اقسام کی لذتیں، فرحتیں، مسرتیں، خوبصورت حوریں اور دلکش مکانات ہوں گے۔

اس عقد و بیع کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر، اس کے دشمنوں کے خلاف جہاد میں، اس کے کلمہ کو سربلند کرنے اور اس کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنی جان اور مال خرچ کرتے ہیں۔ ﴿يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾ ''وہ لڑتے ہیں اللہ کے راستے میں، پس مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں'' یہ عقد و بیع بہت سی تاکیدات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوئی ہے ﴿وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ﴾ ''وعدہ ہو چکا ہے اس کے ذمے سچا، تورات میں، انجیل میں اور قرآن میں۔'' جو ان تمام کتابوں میں سب سے افضل و اعلیٰ کتاب ہے اور یہ کتابیں سب سے کامل کتابیں ہیں جو اس دنیا میں بھیجی گئیں اور ان کتابوں کو لانے والے سب سے کامل اور اولوالعزم رسول ہیں، یہ تمام کتابیں اس سچے وعدے پر متفق ہیں۔

﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا﴾ ''اور کون ہے اللہ سے زیادہ قول کا پورا، پس خوشی کرو۔'' اللہ

تعالیٰ کے وعدے پر قائم رہنے والے مومنو! ﴿ بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ ﴾ ''اس سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے'' تاکہ تم راضی اور خوش ہو جاؤ، ایک دوسرے کو خوشخبری دو اور ایک دوسرے کو جہاد کی ترغیب دو ﴿ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴾ ''اور یہی بڑی کامیابی ہے۔'' جس سے بڑی اور جلیل القدر اور کوئی کامیابی نہیں' کیونکہ یہ کامیابی ابدی سعادت' دائمی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی رضا' جو کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے' کو متضمن ہے۔

اگر آپ اس معاہدۂ بیع کی قدر و منزلت کو جاننا چاہیں تو خریدار کی طرف دیکھیں کہ وہ کون ہے؟ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور اس عوض کی طرف نظر کریں جو سب سے بڑا معاوضہ ہے اور اس معاوضے میں سب سے جلیل القدر چیز جنت ہے اور اس قیمت پر غور کریں جو اس معاوضے کے بدلے میں خرچ کی گئی ہے اور وہ ہے جان اور مال جو انسان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چیز ہے اور اس ہستی کی طرف دیکھیں جس کے ہاتھ پر یہ معاہدۂ بیع منعقد ہوا ہے' وہ تمام رسولوں میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہستی ہے۔ یہ معاہدہ کون سی کتابوں میں رقم کیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی عظیم کتابوں میں یہ معاہدہ تحریر کیا گیا ہے جو مخلوق میں سب سے افضل ہستیوں پر نازل کی گئی ہیں۔

اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰكِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ

وہ (مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے،

الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰهِ‌ؕ

حکم کرنے والے نیکی کا اور روکنے والے برائی سے اور حفاظت کرنے والے ہیں حدود اللہ کی،

وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾

اور خوش خبری سنا دیجیے مومنوں کو ○

گویا کہ سوال کیا گیا ہے کہ وہ مومن کون ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں داخلے اور اس کی طرف سے عزت و اکرام کی خوشخبری ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلتَّآئِبُوۡنَ ﴾ ''توبہ کرنے والے'' یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت تمام گناہوں سے توبہ کا التزام کرنے والے ہیں ﴿ الۡعٰبِدُوۡنَ ﴾ ''عبادت کرنے والے'' جو اللہ تعالیٰ کے لیے عبودیت کی صفت سے متصف ہیں' ہر وقت واجبات و مستحبات کی ادائیگی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی دائمی اطاعت کا التزام کرتے ہیں۔ جس کی بنا پر بندہ عبادت گزاروں میں شمار ہوتا ہے۔ ﴿ الۡحٰمِدُوۡنَ ﴾ ''حمد کرنے والے'' جو رنج و راحت' تنگ دستی اور خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اعتراف کرتے رہتے ہیں۔ دن رات ان نعمتوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ذریعے سے اس کی مدح و ثنا میں مصروف رہتے ہیں۔ ﴿ السَّآئِحُوۡنَ ﴾ ''سیاحت کرنے والے'' سیاحت

کی تفسیر روزوں سے کی گئی ہے' یا طلب علم کے لیے سفر کرنے سے کی گئی ہے اور سیاحت کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت اور اس کی طرف دائمی انابت میں قلب کی سیاحت سے کی گئی ہے۔ مگر اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ سیاحت سے مراد اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے حج' عمرہ' جہاد' طلب علم اور اقارب سے ملنے کے لیے سفر کرنا ہے۔ ﴿الرّٰکِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ﴾ ''رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے'' یعنی کثرت سے نماز پڑھتے ہیں جو رکوع و سجود پر مشتمل ہے۔ ﴿الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾ ''نیک بات کا حکم دینے والے ہیں'' اس میں تمام واجبات و مستحبات داخل ہیں ﴿وَ النَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ﴾ ''بری بات سے روکنے والے ہیں۔'' اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہے۔ ﴿وَ الۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو حدود نازل فرمائی ہیں' یعنی اوامر و نواہی اور احکام میں کیا چیز داخل ہے اور کیا چیز داخل نہیں ہے' ان کا علم حاصل کر کے ان حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور ترکاً اور فعلاً ان کا التزام کرتے ہیں۔

﴿وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''اور مومنوں کو خوش خبری سنا دیجئے'' یہاں اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا کہ اہل ایمان کے لیے کس چیز کی خوشخبری ہے تاکہ یہ خوشخبری دین و دنیا اور آخرت کے ثواب کو شامل ہو جو ایمان پر مترتب ہوتا ہے۔ یہ خوشخبری ہر مومن کے لیے ہے۔ رہی اس خوشخبری کی مقدار اور اس کا وصف تو اہل ایمان کے احوال' ان کے ایمان کی قوت' ضعف اور اس کے تقاضے پر عمل کے مطابق ہوتی ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ یَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِكِیۡنَ وَ لَوۡ كَانُوۡۤا
نہیں ہے لائق نبی کے اور (نہ) ان لوگوں کے جو ایمان لائے یہ کہ بخشش طلب کریں وہ (اللہ سے) مشرکوں کے لیے، اگرچہ ہوں وہ
اُولِیۡ قُرۡبٰی مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَا كَانَ
قرابت دار ہی، بعد اس کے کہ واضح ہو گیا ان کے لیے یہ کہ بلاشبہ وہ دوزخی ہیں ○ اور نہیں تھا
اسۡتِغۡفَارُ اِبۡرٰهِیۡمَ لِاَبِیۡهِ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ
بخشش طلب کرنا ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مگر بوجہ ایک وعدے کے جو وعدہ کیا تھا ابراہیم نے اس سے، پھر جب واضح ہو گیا ابراہیم کے لیے
اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنۡهُ ؕ اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیۡمٌ ﴿۱۱۴﴾
یہ کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو بیزار ہو گیا ابراہیم اس سے، بیشک ابراہیم البتہ بہت آہ و زاری کرنے والے، بردبار تھے ○

یعنی نبی ﷺ اور اہل ایمان کے لائق ہے نہ ان کے لیے زیبا ہے۔ ﴿اَنۡ یَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِكِیۡنَ﴾ ''کہ وہ ان لوگوں کے لیے استغفار کریں جنہوں نے (کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غیر اللہ کو) شریک کیا۔'' ﴿وَ لَوۡ كَانُوۡۤا اُولِیۡ قُرۡبٰی مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ﴾ ''اگرچہ وہ رشتے دار ہوں' اس

بات کے واضح ہو جانے کے بعد کہ وہ جہنمی ہیں'' کیونکہ اس حال میں ان کے لیے بخشش کی دعا کرنا غلط اور ان کے لیے غیر مفید ہے' اس لئے یہ استغفار نبی اکرم ﷺ اور اہل ایمان کی شان کے لائق نہیں' کیونکہ جب وہ شرک کی حالت میں مر گئے یا یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ شرک کی حالت میں مریں گے تو ان پر عذاب اور جہنم میں ہمیشہ رہنا واجب ہو گیا کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت اور ان کی بخشش کی دعا کرنے والے کی دعا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گی۔ نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان پر واجب ہے کہ اپنے رب کی رضا اور ناراضی کے بارے میں اس کی موافقت کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے دوست بنایا ہے اس سے موالات رکھیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دشمن قرار دیا ہے اس سے عداوت رکھیں اور جس شخص کے بارے میں یہ واضح ہو چکا ہو کہ وہ جہنمی ہے اس کے لیے استغفار کرنا اس کے منافی اور متناقض ہے۔

اگر اللہ رحمٰن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کیا تھا ﴿عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ﴾ تو ایک وعدے کی بنا پر تھا جو انہوں نے اپنے باپ کے ساتھ ان الفاظ میں کیا تھا ﴿سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ (مریم: ٤٧/١٩) ''میں اپنے پروردگار سے آپ کے لیے ضرور دعا کروں گا کہ وہ آپ کو بخش دے کیونکہ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔'' دعا کا یہ وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کیا تھا جب آنجناب علیہ السلام کو اپنے باپ کے انجام کا علم نہیں تھا۔

جب ابراہیم علیہ السلام پر واضح ہو گیا کہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اسے موت بھی کفر ہی پر آئے گی اور وعظ و نصیحت نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا ﴿تَبَرَّاَ مِنْهُ﴾ ''تو اس سے بیزار ہو گئے۔'' یعنی اپنے رب کی موافقت اور اس کی اتباع میں اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بڑے نرم دل تھے۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے اور بہت کثرت سے ذکر' دعا' استغفار کرنے والے اور اپنے رب کی طرف پلٹنے والے تھے۔ ﴿حَلِيْمٌ﴾ ''نہایت بردبار تھے۔'' یعنی وہ مخلوق الٰہی پر بہت مہربان اور اپنے حق میں ان سے صادر ہونے والی کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر کرنے والے تھے۔ جہلاء کی جہالت انہیں آپے سے باہر نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کسی مجرم کا مقابلہ جرم کے ذریعے سے نہیں کرتے تھے۔ ان کے باپ نے ان سے کہا: ﴿لَاَرْجُمَنَّكَ﴾ (مریم: ٤٦/١٩) ''میں تجھے سنگسار کر دوں گا''۔ جواب میں آپ نے فرمایا: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ﴾ (مریم: ٤٧/١٩) ''آپ پر سلامتی ہو میں اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش طلب کرتا رہوں گا''۔ پس تم پر واجب ہے کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی اور ہر معاملے میں ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرو' سوائے آپ کے اس قول کے ﴿اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ﴾ (الممتحنة: ٤/٦٠) ''ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کے سوا جو انہوں نے باپ سے کہا تھا

کہ میں آپ کے لیے مغفرت طلب کرتا رہوں گا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے۔

بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ

اور نہیں ہے اللہ (ایسا) کہ گمراہ کر دے کسی قوم کو بعد اسکے کہ ہدایت دی اس نے ان کو یہاں تک کہ واضح کر دے ان کے لیے وہ چیزیں کہ جن سے وہ بچیں،

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ

بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ○ یقیناً اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ مددگار ○

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت سے نوازتا ہے اور اسے صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا حکم دیتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر اپنے احسان کی تکمیل کرتا ہے اور ان تمام امور کو ان پر واضح کر دیتا ہے جن کے وہ محتاج ہیں اور ضرورت جن کا تقاضا کرتی ہے' پس وہ انہیں ان کے دین کے امور کے بارے میں گمراہ اور جاہل نہیں چھوڑتا۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے پایاں رحمت کی دلیل ہے' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت بندوں کی ان تمام ضروریات کو پورا کرتی ہے جن کے وہ اپنے دین کے اصول وفروع میں محتاج ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾ ''اللہ ایسا نہیں کہ وہ کسی قوم کو راہ راست دکھانے کے بعد گمراہ کر دے جب تک کہ ان پر وہ امور واضح نہ کر دے جن سے وہ بچیں''۔ میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان پر وہ تمام امور واضح فرما دیتا ہے جن سے ان کو پرہیز کرنا چاہیے اور وہ ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے' تو اللہ تعالیٰ ان کو واضح حق کو ٹھکرا دینے کی پاداش میں گمراہ کر دیتا ہے' لیکن پہلا معنی زیادہ صحیح ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔'' یعنی اس کا کامل اور ہر چیز کو شامل علم ہی ہے کہ اس نے تمہیں ان امور کی تعلیم دی جنہیں تم نہ جانتے تھے اور ہر وہ چیز تم پر واضح کر دی ہے جس سے تم فائدہ اٹھاتے ہو۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ''بے شک اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔'' یعنی وہ زمین و آسمان کا مالک ہے وہ زندگی اور موت اور مختلف انواع کی تدابیر کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے جب اس کی تدبیر کونی وقدری میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تو تدبیر دینی میں' جو اس کی الوہیت سے متعلق ہے' کیوں کر خلل واقع ہو سکتا ہے' وہ اپنے بندوں کو کیوں کر بیکار اور مہمل یا جاہل اور گمراہ چھوڑ سکتا ہے، حالانکہ وہ اپنے بندوں کا سب سے بڑا سرپرست ہے؟ بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ﴾ ''اور اللہ کے

سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں'' جو تمہاری سرپرستی کرے اور تمہیں مختلف قسم کی منفعتیں عطا کرے۔ ﴿وَلَا نَصِيرٍ﴾ ''اور نہ کوئی مددگار'' جو تم سے مضرتیں دور کر کے تمہاری مدد کرے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ

البتہ تحقیق توجہ فرمائی اللہ نے اوپر نبی اور مہاجرین اور انصار کے، وہ (مہاجرین و انصار) کہ جنہوں نے اتباع کیا آپ کا

فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ

تنگی کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک فریق کے ان میں سے، پھر توجہ فرمائی اللہ نے

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ

ان پر بلاشبہ اللہ ان پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے ○ اور (توجہ فرمائی اللہ نے) ان تین شخصوں پر، جو چھوڑ دیے گئے تھے (حکم الٰہی کے انتظار میں)

حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا

یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود فراخی کے اور تنگ ہو گئیں ان پر جانیں ان کی اور یقین کر لیا انہوں نے

اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ

یہ کہ نہیں ہے کوئی جائے پناہ اللہ (کی ناراضی) سے مگر اسی کی طرف، پھر اللہ نے توجہ فرمائی ان پر تاکہ وہ توبہ کریں،

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ع ﴿۱۱۸﴾ ۳ع۸۲

یقیناً اللہ، وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف واحسان ہے کہ ﴿تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ﴾ ''مہربان ہوا وہ اپنے پیغمبر پر'' ﴿وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ ''اور مہاجرین اور انصار پر'' پس ان کی تمام لغزشیں معاف کر دیں، انہیں بے شمار نیکیاں عطا کیں اور انہیں بلند ترین مراتب پر فائز فرمایا اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے نہایت مشکل اور مشقت سے لبریز عمل کیے اسی لئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ ''جو ساتھ رہے اس پیغمبر کے مشکل کی گھڑی میں'' یعنی وہ غزوہ تبوک میں دشمن کے ساتھ جنگ کے لیے آپ کے ساتھ نکلے، سخت گرمی کا موسم تھا، سامان سفر اور سواریوں وغیرہ کی قلت اور دشمن کی افرادی تعداد زیادہ تھی۔ یہ ایسے حالات تھے جو لوگوں کے پیچھے رہنے کا باعث بنتے ہیں۔ پس اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار ہوئے اور اس پر قائم رہے ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ﴾ ''بعد اس کے کہ قریب تھا کہ دل پھر جائیں ان میں سے کچھ لوگوں کے'' یعنی ان کے دل آرام وراحت اور سکون کی طرف مائل تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی عطا کی، ان کی تائید کی اور ان کو قوت سے نوازا اور زیغ قلب (دل کے پھر جانے) سے مراد ہے قلب کا صراط مستقیم سے انحراف کرنا۔ اگر یہ انحراف اصول دین میں ہو تو یہ کفر ہے اور اگر انحراف شرائع کے احکام میں ہو تو یہ انحراف

اس حکم شریعت کے مطابق ہوگا جس سے انحراف کیا گیا ہے۔ یہ انحراف یا تو اس حکم شریعت پر عمل کی کوتاہی کے سبب سے ہوتا ہے یا اس شرعی حکم پر غیر شرعی طریقے سے عمل کرنے کے باعث ہوتا ہے فرمایا: ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ﴾ ”پھر وہ مہربان ہوا ان پر“ یعنی اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ ﴿اِنَّهٗ بِهِمۡ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ”بے شک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت ہے کہ اس نے ان کو توبہ کی توفیق سے نوازا پھر ان کی توبہ کو قبول فرمایا اور ان کو اس توبہ پر ثابت قدم رکھا۔

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيۡنَ خُلِّفُوۡا﴾ ”اور ان تینوں پر بھی (اللہ مہربان ہوا) جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔“ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان تین حضرات کی توبہ قبول کرلی جو اس غزوہ میں جہاد کے لیے مسلمانوں کے ساتھ نہ نکل سکے تھے۔ وہ تھے کعب بن مالک اور ان کے ساتھی (ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم) ان کا قصہ صحاح اور سنن میں مشہور و معروف ہے ① ﴿حَتّٰۤى اِذَا﴾ یہاں تک کہ جب وہ بہت زیادہ غم زدہ ہوگئے ﴿وَضَاقَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ﴾ ”اور زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی“ یعنی اپنی وسعت اور کشادگی کے باوجود ﴿وَضَاقَتۡ عَلَيۡهِمۡ اَنۡفُسُهُمۡ﴾ ”اور تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں“ جو کہ انہیں ہر چیز سے زیادہ محبوب تھیں۔ پس کشادہ فضا ان کے لیے تنگ ہوگئی اور ہر محبوب چیز ان کے لیے تنگ ہوگئی جو عادۃً کبھی ان کے لیے تنگ نہ تھی۔ یہ صورت حال صرف اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی انتہائی گھبراہٹ والا معاملہ ہو جو شدت اور مشقت میں اس حد تک پہنچ گیا ہو جس کی تعبیر ممکن نہ ہو اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے۔ ﴿وَظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيۡهِ﴾ ”اور وہ سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف“ یعنی انہیں یقین ہوگیا اور اپنے حال کے ذریعے سے ان کو معلوم ہوگیا کہ ان سختیوں سے نجات دینے والا اور جس کے پاس پناہ لی جائے اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی نہیں، تب مخلوق کے ساتھ ان کا تعلق منقطع ہوگیا اور انہوں نے اپنے رب کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر اللہ ہی کے پاس پناہ لی۔ وہ پچاس راتوں تک اس شدت اور کیفیت میں مبتلا رہے۔ ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ﴾ ”پھر مہربان ہوا ان پر“ یعنی اللہ نے ان کو توبہ کی اجازت دے دی اور ان کو توبہ کی توفیق سے نواز دیا ﴿لِيَتُوۡبُوۡا﴾ ”تاکہ وہ توبہ کریں۔“ تاکہ ان کی طرف سے توبہ واقع ہو اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ﴾ ”بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ بہت کثرت سے توبہ قبول کرتا ہے، بہت کثرت سے معاف کرتا ہے اور بہت کثرت سے لغزشوں اور نقائص کو بخش دیتا ہے۔ ﴿الرَّحِيۡمُ﴾ عظیم رحمت اس کا وصف ہے جو ہر آن، ہر وقت اور ہر لحظہ اس کے بندوں پر نازل ہوتی رہتی ہے جس سے ان کے دنیاوی اور دینی امور سرانجام پاتے ہیں۔

---

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿وعلی الثلاثة ـــــ الخ﴾ حدیث: ٤٦٧٧

(۱) ان آیات کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنا' جلیل ترین مقصد اور بلند ترین منزل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے توبہ کو اپنے خاص بندوں کا مقام و منزل قرار دیا ہے۔ جب بندے ایسے اعمال کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور جن سے وہ راضی ہے' تو اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی منزل سے نوازتا ہے۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ کا لطف و کرم ان پر سایہ کناں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہلا دینے والے مصائب کے وقت ان کے ایمان میں ثابت قدمی اور استقامت عطا کرتا ہے۔

(۳) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ نفس پر شاق گزرنے والی عبادت ایسی فضیلت کی حامل ہوتی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں ہوتی۔ عبادت میں مشقت جتنی زیادہ ہوگی اجر اتنا ہی بڑا ہوگا۔

(۴) بندے کی اپنے گناہ پر ندامت اور تاسف کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جو کوئی گناہ کی پروا نہیں کرتا اور گناہ کے ارتکاب پر کوئی حرج محسوس نہیں کرتا' تو اس کی توبہ عیب دار اور کھوکھلی ہے اگرچہ وہ اس زعم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے۔

(۵) جب قلب مخلوق سے کٹ کر کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہو جائے' تو یہ بھلائی اور شدت (تنگی) کے زوال کی علامت ہے۔

(۶) ان تینوں اصحاب پر یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم تھا کہ اس نے ان کو کسی ایسے وصف سے موصوف نہیں کیا جو ان کے لیے عار کا باعث ہو' چنانچہ فرمایا: ﴿ خُلِّفُوْا ﴾ ''جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے'' اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل ایمان ان کو پیچھے چھوڑ گئے تھے یا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو ان لوگوں سے پیچھے چھوڑ دیا گیا' جن کو ان کی معذرت کے قبول یا رد کے سلسلے میں علیحدہ کر دیا گیا تھا اور یہ کہ ان کا پیچھے رہ جانا بھلائی سے روگردانی کی بنا پر نہ تھا' اسی لئے (تَخَلَّفُوا) کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔

(۷) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو صدق سے نوازا اور اسی لئے ان کی اقتداء کا حکم دیا' چنانچہ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو اللہ سے اور ہو ساتھ سچ بولنے والوں کے ○

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور ان امور پر ایمان رکھنے والو! جن پر ایمان رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی منہیات سے اجتناب اور ان سے دور رہ کر تقویٰ کا التزام۔ ﴿ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور سچوں کے ساتھ رہو۔'' یعنی ان لوگوں کے ساتھ رہو جو اپنے اقوال' افعال اور احوال میں سچے ہیں۔ جن کے اقوال سچے ہیں' جن

کے اعمال واحوال صدق پر مبنی ہیں، جو کسل مندی اور فتور سے خالی اور برے مقاصد سے محفوظ ہیں، جو اخلاص اور نیک نیتی پر مشتمل ہیں۔ صدق نیکی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ (المائدۃ: ۵/۱۱۹) ”آج وہ دن ہے کہ راست بازوں کو ان کی راست بازی فائدہ دے گی“۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا

نہیں لائق واسطے اہل مدینہ کے اور ان کے جو آس پاس ہیں ان کے دیہاتیوں میں سے، یہ کہ پیچھے رہ جائیں وہ (جہاد میں)

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ

رسول اللہ سے اور نہ یہ (جائز ہے) کہ رغبت رکھیں وہ اپنی جانوں سے بے پروا ہو کر رسول اللہ کی جان سے، یہ اس لیے کہ بیشک وہ، نہیں پہنچتی انہیں

ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ

(کوئی تکلیف یعنی) پیاس اور نہ تھکاوٹ اور نہ بھوک اللہ کے راستے میں، اور نہیں روندتے (طے کرتے) وہ کسی مقام کو جو غضب ناک کر دے

الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کافروں کو، اور نہیں حاصل کرتے وہ دشمن سے کوئی کامیابی (غنیمت وغیرہ) مگر لکھا جاتا ہے ان کیلئے بدلے اسکے عمل صالح، بیشک اللہ

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً

نہیں ضائع کرتا اجر احسان کرنے والوں کا ○ اور نہیں خرچ کرتے وہ کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا،

وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ

اور نہیں طے کرتے وہ کوئی وادی مگر لکھا جاتا ہے وہ (سب) ان کے لیے تاکہ جزا دے انہیں اللہ

اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

بہترین (جزا) اس کی جو تھے وہ عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مدینہ منورہ میں رہنے والے مہاجرین وانصار اور مدینہ منورہ کے اردگرد رہنے والے اعراب کو جو اسلام لائے اور انہوں نے اپنے اسلام کو صحیح کر لیا، ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾ ”اور نہیں چاہیے مدینے والوں کو اور ان کے اردگرد رہنے والے گنواروں کو کہ وہ پیچھے رہ جائیں رسول اللہ کے ساتھ سے“ یعنی یہ بات ان کو زیبا نہیں اور نہ ان کے احوال کے لائق ہے ﴿وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ ”اور نہ یہ کہ وہ اپنی جانوں کو چاہیں“ اپنے نفس کی بقاء اور اپنی راحت وسکون کی خاطر ﴿عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ”رسول کی جان سے زیادہ“ یعنی اپنے نفس کی تو حفاظت کریں، لیکن نبی کریم ﷺ کے نفس زکیہ وکریمہ کی حفاظت سے روگردانی کریں، بلکہ اس کے برعکس ان کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات پر مقدم رکھے اور آپ پر اپنی جان قربان کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آپ سے محبت اور آپ پر کامل ایمان کی علامت یہ ہے کہ اہل ایمان آپ کو چھوڑ کر پیچھے نہ رہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس ثواب کا ذکر فرمایا جو جہاد کے لیے نکلنے پر آمادہ کرتا ہے۔ فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ﴾ ''یہ اس واسطے کہ وہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ﴿لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ﴾ ''نہیں پہنچتی ان کو کوئی پیاس اور نہ محنت'' یعنی تھکان اور مشقت ﴿وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں'' ۔ ﴿وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ﴾ ''اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر'' یعنی ان کے دیار میں گھس جانے اور ان کے وطن پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے ﴿وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا﴾ ''اور نہیں چھینتے وہ دشمن سے کوئی چیز'' مثلاً لشکر یا سریہ کے ذریعے سے فتح وظفر یا مال غنیمت کا حصول ﴿اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ ''مگر اس کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے'' کیونکہ یہ وہ آثار ہیں جو ان کے اعمال سے جنم لیتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے احسن طریقے سے آگے بڑھتے ہیں' حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرتے ہیں۔ پس یہ اعمال ان کے عمل کے آثار ہیں۔ پھر فرمایا: ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا﴾ ''اور نہیں خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہیں طے کرتے کوئی میدان'' یعنی دشمن کی طرف جانے کے لئے ﴿اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''مگر لکھ لیا جاتا ہے ان کے لئے' تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ بہتر اس کام کا جو وہ کرتے تھے'' اور اسی میں یہ اعمال بھی شامل ہیں جب ان میں خیر خواہی اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہو۔

ان آیات کریمہ میں نفوس کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب اور ان کو شوق دلایا گیا ہے اور جہاد میں تکالیف پہنچنے پر ثواب کی امید دلائی گئی ہے نیز یہ کہ جہاد ان کے لیے ترقی درجات کا باعث ہے۔ نیز ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ بندۂ مومن کے عمل پر مترتب ہونے والے آثار میں بہت بڑا اجر ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

اور نہیں لائق مومنوں کو یہ کہ نکلیں وہ (جہاد کے لیے) سارے کے سارے، پس کیوں نہیں نکلا ہر فرقے سے ان میں سے ایک گروہ

لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

تاکہ سمجھ حاصل کریں وہ دین میں اور تاکہ ڈرائیں وہ اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں وہ ان کی طرف

لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ع ﴿۱۲۲﴾ ۱۵ ع ۴

تاکہ وہ (پیچھے والے بھی) ڈریں ؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ان چیزوں سے آگاہ کرتے ہوئے‘ جو ان کے لائق ہیں‘ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾ ’’اور ایسے تو نہیں مومن کہ کوچ کریں سارے‘‘ یعنی یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام کے تمام مومن دشمن کے خلاف جنگ کے لیے نکل پڑیں‘ کیونکہ اس طرح وہ مشقت میں پڑ جائیں گے اور بہت سے دیگر مصالح فوت ہو جائیں گے۔ ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ﴾ ’’پس کیوں نہ نکلا ہر گروہ میں سے‘‘ یعنی شہروں‘ قبیلوں اور خاندانوں میں سے ﴿طَآئِفَةٌ﴾ ’’ان کا ایک حصہ‘‘ جس سے ان کا مقصد اور کفایت حاصل ہو جاتی تو یہ بہتر تھا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو آگاہ فرمایا کہ جو لوگ جہاد کے لیے نہیں نکلے اور پیچھے ٹھہر گئے ان کے نہ نکلنے میں کچھ مصالح تھے جو گھر سے نکلنے کی صورت میں ضائع ہو جاتے۔ پس فرمایا: ﴿لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾ ’’تاکہ وہ سمجھ حاصل کریں دین میں‘‘ یعنی پیچھے بیٹھ رہنے والے ﴿وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ﴾ ’’اور تاکہ ڈرائیں وہ اپنی قوم کو جب وہ لوٹیں ان کی طرف‘‘ تاکہ وہ علم شریعت حاصل کرتے‘ اس کے معانی کی معرفت حاصل کرتے اور پھر دوسروں کو تعلیم دیتے اور جب واپس لوٹتے تو اپنی قوم کو ڈراتے...... اس سے علم کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے خاص طور پر دین میں سمجھ کی فضیلت‘ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تفقہ فی الدین بہت اہم معاملہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو کوئی کسی قسم کا علم حاصل کرتا ہے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس علم کو اللہ کے بندوں میں پھیلائے۔ اس بارے میں ان کے ساتھ خیر خواہی کرے‘ کیونکہ عالم سے علم کا پھیلنا اس کی برکت اور اس کا اجر ہے جو بڑھتا رہتا ہے۔

رہا عالم کا اپنے آپ پر اقتصار کرنا‘ حکمت و دانائی اور بہترین نصیحت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت نہ دینا‘ جہال کو ان امور کی تعلیم دینا ترک کر دینا جو وہ نہیں جانتے...... تو اس کے علم سے مسلمانوں کو کون سا فائدہ حاصل ہوا اور اس کے علم کا کیا نتیجہ نکلا؟ بس اس کی انتہا یہ ہے کہ اس عالم کے مرجانے کے ساتھ اس کا علم بھی موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔ یہ اس شخص کی حرماں نصیبی کی انتہا ہے‘ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم و فہم سے نوازا۔

نیز اس آیت کریمہ میں ایک اہم فائدہ کی طرف راہنمائی اور نہایت لطیف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مصالح عامہ میں سے ہر مصلحت کے لیے کچھ لوگوں کو تیار کریں جو ان مصالح کا انتظام کریں اور ان مصالح کے حصول کے لیے ہمہ وقت جدوجہد کریں اور وہ دیگر امور کی طرف التفات نہ کریں‘ تاکہ ان مصالح کا اچھی طرح انتظام ہو‘ تاکہ مسلمانوں کے مفادات کی تکمیل ہو اور تمام مسلمانوں کا مقصد ایک ہو اور وہ ہے ان کے دین و دنیا کے مصالح کا قیام۔ اگرچہ راستے مختلف ہوں‘ مشرب متعدد ہوں‘ کام ایک دوسرے سے جدا ہوں‘ مگر مقصد ایک ہو۔ تمام امور میں یہ عام حکمت نافعہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! لڑو تم ان لوگوں سے جو قریب ہیں تمہارے کافروں میں سے اور چاہیے کہ پائیں وہ تمہارے اندر

غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

سختی، اور جان لو تم ! یقیناً اللہ ساتھ ہے متقیوں کے ○

جنگی معاملات کی تدبیر میں اہل ایمان کی راہ نمائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ ان کفار سے ابتدا کی جائے جو سب سے قریب ہیں ان کے ساتھ رویہ سخت رکھا جائے اور جنگ میں ان کا نہایت سختی، بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے ﴿ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ’’اور جان رکھو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔‘‘ یعنی تمہیں یہ علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد تقویٰ کے مطابق نازل ہوتی ہے، اس لئے تقویٰ کا التزام کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے دشمن کے خلاف تمہیں نصرت سے نوازے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد: ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ﴾ ’’قریب کے کافروں سے قتال کرو۔‘‘ عام ہے، تاہم جب مصلحت اس بات کا تقاضا کرے کہ ان کافروں کے ساتھ لڑائی کی جائی جو قریب نہیں ہیں، تو اس وقت ایسا کرنا ضروری ہوگا اور یہ خاص حکم اس عموم سے مستثنیٰ ہوگا، کیونکہ مصالح کی اقسام تو بے شمار ہیں۔

وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ

اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت تو کچھ ان (منافقوں) میں سے وہ ہیں جو (بطور استہزاء) کہتے ہیں تم میں سے کس کو زیادہ کیا ہے اس (سورت) نے ایمان میں؟

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے تو زیادہ کیا اس سورت نے ان کو ایمان میں اور وہ خوش ہوتے ہیں ○ اور لیکن وہ لوگ

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا

کہ ان کے دلوں میں روگ ہے تو زیادہ کر دیا ان کو (اس سورت نے) پلیدی میں ساتھ ان کی (پہلی) پلیدی کے، اور مرے وہ

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ

اس حال میں کہ کافر تھے ○ کیا نہیں دیکھتے وہ (مومن) کہ بیشک وہ (منافق) فتنے میں مبتلا کیے جاتے ہیں ہر سال ایک بار یا دو بار؟

ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں ○

نزول قرآن کے وقت منافقین اور اہل ایمان کا جو حال ہوتا ہے، اور اس وقت ان کے درمیان جو تفاوت ہوتا ہے اسے بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ ﴾ ’’اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے۔‘‘ جس کے اندر اوامر ونواہی نازل کیے گئے ہوں، آپ ﷺ کے اپنے بارے میں خبر دی گئی ہو، امور غائبہ سے

آ گاہ کیا گیا ہو اور جہاد کی ترغیب دی گئی ہو۔ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا﴾ ’’تو ان میں سے بعض کہتے ہیں، تم میں سے کس کا ایمان اس سورت نے زیادہ کیا؟‘‘ یعنی دونوں گروہوں میں سے اسے استفہام حاصل ہے جسے اس سورت پر ایمان حاصل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں گروہوں کا حال واقع بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ ’’پس جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، ان کا ایمان اس سورت نے زیادہ کر دیا‘‘ اس سورت کے علم، اس کے فہم، اس پر اعتقاد، اس پر عمل، بھلائی کے کام میں رغبت اور برائی کے کام سے رکنے کے ذریعے سے ان لوگوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جو اہل ایمان ہیں۔ ﴿وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ’’اور وہ خوش خبری حاصل کرتے ہیں‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جو اپنی آیات سے نوازا ہے اور ان کا فہم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشی ہے اس پر وہ ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے ہیں۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کو آیات الٰہی پر انشراح صدر، اطمینان قلب اور سرعت اطاعت حاصل ہے، کیونکہ یہ آیات ان کو اس امر کی ترغیب دیتی ہیں۔

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ’’اور لیکن جن کے دلوں میں روگ ہے‘‘ یعنی شک اور نفاق ہے ﴿فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ﴾ ’’پس ان کو اس سورت نے بڑھا دیا گندگی پر گندگی میں‘‘ یعنی ان کے مرض کے ساتھ مرض اور ان کے شک کے ساتھ مزید شک کا اضافہ ہوتا گیا، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ ان کے خلاف عناد رکھا اور ان سے روگردانی کی تھی۔ بنابریں ان کا مرض بڑھ گیا تو اس مرض نے ان کو ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیا۔ ﴿وَ﴾ ’’اور‘‘ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے یہاں تک کہ ﴿مَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ’’وہ مریں گے بھی تو کافر کے کافر‘‘۔ یہ ان کے لیے سزا ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، اس کے رسول کی نافرمانی کی اس لئے اس کی پاداش میں اس دن تک کے لیے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا، جس روز وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔

اللہ تعالیٰ اس بات پر کہ وہ کفر ونفاق پر جمے ہوئے ہیں ان کو زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ﴾ ’’کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس ایک یا دو مرتبہ‘‘ یعنی جو ان کو مصیبت پہنچتی ہے یا امراض لاحق ہوتے ہیں یا اوامر الٰہیہ کے ذریعے سے ان کی آزمائش کی جاتی ہے ﴿ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ﴾ ’’پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے۔‘‘ یعنی ان برائیوں سے توبہ نہیں کرتے جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں ﴿وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ ’’اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں‘‘ یعنی کیا چیز انہیں فائدہ دیتی ہے کہ وہ اسے اختیار کریں اور کیا چیز نقصان دیتی ہے کہ وہ اس کو ترک کر دیں۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ...... جیسا کہ تمام قوموں میں اس کی عادت ہے...... ان کو تنگ دستی، فراخی اور اوامر ونواہی کے ذریعے سے ان کو آزماتا ہے، تاکہ وہ اس کی طرف

رجوع کریں مگر وہ توبہ کرتے ہیں نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔

ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کو ٹٹولتا اور اس کی حفاظت کرتا رہے' اس کی تجدید اور نشوونما کرتا رہے تاکہ اس کا ایمان ترقی کی منازل کی طرف گامزن رہے۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت تو دیکھتا ہے ایک ان کا طرف دوسرے کی کہ کیا دیکھ رہا ہے تمہیں کوئی شخص (مومنوں میں سے)؟ پھر

انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

پھر جاتے ہیں وہ، پھیر دیا اللہ نے ان کے دلوں کو بوجہ اس کے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے ○

یعنی وہ منافقین جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے بارے میں کوئی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے دلوں کا بھید کھول دے ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ﴾ ''جب ان پر کوئی سورت نازل کی جاتی ہے'' تاکہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کے مضامین پر عمل کریں ﴿نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ﴾ ''تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔'' یعنی اس پر عمل نہ کرنے کا ارادہ اور عزم کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں' وہ مناسب وقت کا انتظار کرتے ہیں' تاکہ اہل ایمان کی نظروں سے چھپے رہیں اور کہتے ہیں ﴿هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا﴾ ''کیا دیکھتا ہے تم کو کوئی مسلمان' پھر کھسک جاتے ہیں'' یعنی کھسک کر نکل جاتے ہیں اور منہ موڑ کر لوٹ جاتے ہیں۔ تب اللہ ان کے عمل کی جنس ہی سے انہیں جزا دیتا ہے۔ پس جیسے انہوں نے عمل سے منہ پھیر لیا ﴿صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''اللہ نے ان کے دلوں کو (حق سے) پھیر دیا'' یعنی روک دیا اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ﴿بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔'' یعنی وہ ایسی سمجھ نہیں رکھتے جو ان کو فائدہ دے' کیونکہ اگر وہ سمجھ رکھتے ہوتے' تو جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی' وہ اس پر ایمان لا کر اس کے احکام کی تعمیل کرتے۔ اس کا مقصد جہاد وغیرہ شرائع ایمان سے ان کی شدت نفور کو بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ (محمد: ٤٧/ ٢٠) ''جب کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے' تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے' آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھنے لگتے ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو''۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

یقیناً آ گیا ہے تمہارے پاس ایک عظیم رسول تم میں سے، شاق (گراں) ہے اس پر تمہارا تکلیف میں مبتلا ہونا، حریص ہے اوپر (بھلائی) تمہاری کے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ

ساتھ مومنوں کے نہایت شفیق و مہربان ہے ○ پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دیجیے! کافی ہے مجھے اللہ' نہیں ہے کوئی معبود (برحق) مگر وہی'

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

اسی پر بھروسہ کیا میں نے اور وہی ہے رب عرش عظیم کا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں پر اپنے احسان کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے ان کے اندر نبی اُمی ﷺ کو مبعوث فرمایا جو خود ان میں سے ہیں وہ آپ کا حال جانتے ہیں' وہ آپ سے اخذ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور آپ کی اطاعت کرنے کو ناپسند نہیں کرتے اور خود رسول اللہ ﷺ ان کے بے انتہا خیر خواہ اور ان کے مصالح کے لیے کوشش کرنے والے ہیں۔ ﴿عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ ''تمہاری تکلیف ان پر گراں گزرتی ہے۔'' یعنی آپ ﷺ پر ہر وہ معاملہ بہت شاق گزرتا ہے جو تم پر شاق گزرتا ہے اور تمہیں تکلیف میں مبتلا کرتا ہے۔ ﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''حریص ہیں تمہاری بھلائی پر'' پس آپ ﷺ تمہارے لئے بھلائی پسند کرتے ہیں اور تمہیں بھلائی تک پہنچانے کے لیے بھرپور کوشش کرتے ہیں' ایمان تک تمہاری راہ نمائی کے خواہش مند ہیں۔ آپ شر کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور شر سے تمہیں نفرت دلانے کے لیے پوری کوشش صرف کرتے ہیں ﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔'' یعنی اہل ایمان کے لیے انتہائی رافت و رحمت کے حامل ہیں بلکہ وہ مومنوں کے لیے ان کے ماں باپ سے بھی بڑھ کر رحیم ہیں۔ بنابریں آپ کا حق تمام مخلوق پر فائق اور مقدم ہے۔ آپ ﷺ پر ایمان لانا' آپ کی تعظیم کرنا' آپ کی عزت و توقیر کرنا تمام امت پر فرض ہے۔ ﴿فَاِنْ﴾ ''پس اگر'' وہ ایمان لے آئیں تو یہ ان کی خوش نصیبی اور توفیق الٰہی ہے۔ اور اگر وہ ﴿تَوَلَّوْا﴾ ''پھر جائیں۔'' یعنی ایمان و عمل سے روگردانی کریں تو آپ ﷺ اپنے راستے پر گامزن رہیں اور ان کو دعوت دیتے رہیں۔ ﴿فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ﴾ ''اور کہہ دیں! کہ (تمام امور میں) میرے لئے اللہ کافی ہے۔'' ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔'' ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''میں نے اسی پر توکل کیا۔'' یعنی امور نافعہ کے حصول اور ضرر رساں امور کو دور ہٹانے کے لیے' میں اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہوں ﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔'' یعنی جب اللہ تعالیٰ اس عظیم عرش کا رب ہے جو تمام مخلوقات پر سایہ کناں ہے تو عرش سے کم تر مخلوق کا رب ہونا اولیٰ اور احریٰ ہے۔

تفسیر سورۃ یونس

سورۃ یونس ۱۰ مکیۃ ۵۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

آیاتہا ۱۰۹ رکوعاتہا ۱۱

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ

الٓرٰ، یہ آیتیں ہیں کتاب حکیم کی ○ کیا ہے واسطے لوگوں کے تعجب (کی بات) یہ کہ وحی کی ہم نے طرف ایک آدمی کی

مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ

ان میں سے، کہ ڈرائیں آپ لوگوں کو، اور خوش خبری دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے (اس بات کی کہ) بیشک ان کے لیے مرتبہ ہے سچائی کا

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ②

ان کے رب کے پاس، کہا کافروں نے، بلاشبہ یہ شخص تو یقیناً جادوگر ہے ظاہر ○

﴿الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ ’’یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی‘‘ اور وہ کتاب یہ قرآن ہے جو تمام تر حکمت و احکام پر مشتمل ہے۔ جس کی آیات کریمہ حقائق ایمانی اور شریعت کے اوامر و نواہی پر دلالت کرتی ہیں جن کو برضا و رغبت قبول کرنا اور جن پر عمل کرنا تمام امت پر فرض ہے۔ بایں ہمہ اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی۔ وہ اس کا علم نہیں رکھتے اس لئے انہیں سخت تعجب ہے۔ ﴿اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ﴾ ’’کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد پر وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سنائے‘‘ یعنی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور انہیں اس کی ناراضی کا خوف دلائے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے سے ان کو نصیحت کرے۔ ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ’’اور خوش خبری دیں ایمان والوں کو‘‘ جو صدق دل سے ایمان لائے ہیں ﴿اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ’’کہ ان کے لئے مقام صدق ہے ان کے رب کے پاس‘‘ یعنی ان کے لیے اپنے رب کے پاس وافر جزا اور جمع کیا ہوا ثواب ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے صدق پر مبنی اعمال صالحہ پیش کئے تھے۔ کفار کو اس عظیم شخص پر سخت تعجب ہے اور اس تعجب نے ان کو اس کے انکار پر آمادہ کیا۔ ﴿قَالَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ’’اور کفار (اس کے بارے میں) کہتے ہیں‘‘ ﴿اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ’’یہ تو واضح طور پر جادوگر ہے۔‘‘ ان کے زعم کے مطابق اس کا جادوگر ہونا کسی پر مخفی نہیں اور یہ ان کی سفاہت اور عناد کی دلیل ہے۔

وہ ایسی بات پر تعجب کرتے ہیں جو ایسی انوکھی چیز نہیں جس پر تعجب کیا جائے۔ تعجب تو ان کی جہالت اور اس چیز پر ہونا چاہئے کہ انہیں اپنے مصالح کی معرفت حاصل نہیں۔ وہ اس رسول کریم ﷺ پر کیسے ایمان نہیں لائے۔ جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہی میں سے چن کر رسول مبعوث کیا ہے وہ اسے اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح پہچاننے کا حق ہے۔ پس انہوں نے اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس کے دین کے ابطال کے سخت حریص ٹھہرے۔

مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہتا ہے خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں، پھر مستوی ہو گیا

عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

اوپر عرش کے، وہ تدبیر کرتا ہے (ہر) کام کی، نہیں ہے کوئی سفارشی مگر بعد اس کی اجازت کے، یہی ہے اللہ تمہارا رب،

فَاعْبُدُوْهُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ط وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط اِنَّهٗ

سو تم عبادت کرو اسی کی، کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟ ○ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو، وعدہ ہے اللہ کا سچا، بلاشبہ وہی

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ط

پہلی بار پیدا کرتا ہے مخلوق کو، پھر وہی دوبارہ زندہ کرے گا اس کو، تاکہ وہ جزا دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک، ساتھ انصاف کے،

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا واسطے ان کے پینا ہوگا کھولتے ہوئے پانی سے اور عذاب ہوگا دردناک

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ④

بہ سبب اس کے جو تھے وہ کفر کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ربوبیت' الوہیت اور عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' اس کے باوجود کہ وہ زمین و آسمان کو ایک لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے۔ مگر حکمت الٰہی انہیں اسی طرح تخلیق کرنے میں تھی۔ وہ اپنے افعال میں بہت نرم اور مہربان ہے۔ یہ اس کی حکمت ہے کہ اس نے کائنات کو حق کے ساتھ اور حق کے لیے پیدا کیا' تاکہ اس کے اسماء وصفات کے ذریعے سے اس کی معرفت حاصل ہو نیز یہ کہ وہ اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔ ﴿ثُمَّ﴾ ''پھر'' آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد ﴿اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''وہ مستوی ہوا عرش پر'' وہ استواء ایسا ہے جو اس کی عظمت کے لائق ہے ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ ''وہ معاملے کا انتظام کرتا ہے'' یعنی وہ عالم علوی اور عالم سفلی کے تمام معاملات کی تدبیر کرتا ہے۔ موت دینا' زندہ کرنا' رزق نازل کرنا' لوگوں کے درمیان گردش ایام' ضرر رسیدہ لوگوں سے تکلیف دور کرنا اور سوال کرنے والوں کی ضرورت پوری کرنا۔ پس مختلف انواع کی تمام تدابیر اسی کی طرف سے نازل ہوتی ہیں اور اسی کی طرف بلند ہوتی ہیں۔ تمام کائنات اس کے غلبہ کے سامنے مطیع اور اس کی عظمت اور طاقت کے سامنے سرافگندہ ہے۔

﴿مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾ ''کوئی سفارش نہیں کر سکتا' مگر اس کی اجازت کے بعد'' جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہ دے کوئی شخص...... خواہ وہ مخلوق میں سب سے افضل ہستی ہی کیوں نہ ہو...... اللہ تعالیٰ کے حضور کسی کی سفارش کے لیے آگے نہیں بڑھے گا اور وہ صرف اسی کے لیے سفارش کرے گا جس کے لیے اللہ تعالیٰ خود پسند کرے گا اور وہ صرف انہی کو پسند کرے گا جو اہل اخلاص اور اہل توحید ہوں گے۔

﴿ذٰلِكُمُ﴾ ''یہی'' وہ ہستی جس کی یہ شان ہے ﴿اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ ''اللہ ہے تمہارا رب'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اوصاف الوہیت اور صفات کمال کی جامع' اوصاف ربوبیت اور صفات افعال کی جامع ہے

﴿فَاعْبُدُوْهُ﴾ ”پس تم اسی کی بندگی کرو“ یعنی عبودیت کی وہ تمام اقسام جن کو بجا لانے پر تم قادر ہو‘ صرف اس اکیلے کے لیے مخصوص کرو۔ ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ”کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے“ کیا تم ان دلائل سے نصیحت حاصل نہیں کرتے جو اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ واحد معبود حمد و ثناء کا مستحق اور جلال و اکرام کا مالک ہے۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حکم کونی و قدری‘ یعنی تدبیر عام اور اپنے حکم دینی یعنی اپنی شریعت‘ جس کا مضمون اور مقصود صرف اسی کی عبادت ہے‘ جس کا کوئی شریک نہیں‘ کا ذکر فرمایا تو اپنے حکم جزائی کا ذکر بھی فرمایا۔ یعنی انسان کے مرنے کے بعد اس کے تمام اعمال کی جزا دینا‘ چنانچہ فرمایا: ﴿اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا﴾ ”اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے“ یعنی وہ تمہارے مرنے کے بعد ایک مقررہ وقت پر تم سب کو جمع کرے گا ﴿وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا﴾ ”اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ یعنی اس کا وعدہ سچا ہے اور اس کا پورا ہونا لابدی ہے۔ ﴿اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ ”وہی پیدا کرتا ہے پہلی بار‘ پھر دوبارہ پیدا کرے گا اس کو“ پس جو تخلیق کی ابتدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس کے اعادے پر بھی قادر ہے۔ لہٰذا وہ شخص جو ابتدائے تخلیق کو تسلیم کرتا ہے پھر وہ اعادۂ تخلیق کا انکار کر دیتا ہے‘ عقل سے عاری ہے جو دو مماثل اشیاء میں سے ایک کا انکار کرتا ہے حالانکہ وہ اس تخلیق کا اقرار کر چکا ہے جو زیادہ مشکل ہے...... یہ زندگی بعد موت کی نہایت واضح عقلی دلیل ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے نقلی دلیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”تاکہ بدلہ دے ان کو جو ایمان لائے“ جو صدق دل سے ان تمام امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ”اور عمل کیے نیک“ وہ اپنے جوارح کے ذریعے سے واجبات و مستحبات پر عمل کرتے ہیں۔ ﴿بِالْقِسْطِ﴾ ”انصاف کے ساتھ“ یعنی اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ ان کے ایمان و اعمال کی جزا دے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ جزا اپنے بندوں کے سامنے بیان کر دی ہے اور ان کو آگاہ فرما دیا کہ یہ ایسی جزا ہے کہ کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ اس جزا میں اس کے لیے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ”اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسول کی تکذیب کی۔ ﴿لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ ”ان کے لیے پینے کو نہایت گرم پانی ہوگا۔“ جو چہروں کو جھلسا کر رکھ دے گا اور انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ ﴿وَعَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ”اور دردناک عذاب“ انہیں دردناک عذاب کی تمام اصناف میں مبتلا کیا جائے گا۔ ﴿بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ ”اس لیے کہ وہ کفر کرتے تھے“ یعنی یہ عذاب ان کے کفر اور ظلم کے سبب سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا‘ بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ

وہی ہے (اللہ) جس نے بنایا سورج کو چمک (والا) اور چاند کو نور (والا)، اور اس نے مقرر کیں اس کی منزلیں تاکہ معلوم کر لو تم گنتی

السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

سالوں کی اور حساب (بھی)، نہیں پیدا کیا اللہ نے یہ (سب کچھ) مگر ساتھ حق کے، وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے اپنی آیتیں

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ

واسطے ان لوگوں کے جو جانتے ہیں ○ بلاشبہ (بدل بدل کر) آنے جانے میں رات اور دن کے اور (اس میں بھی) جو کچھ پیدا کیا

اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶

اللہ نے آسمانوں اور زمین میں، یقیناً بڑی نشانیاں ہیں واسطے ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ربوبیت اور الوہیت کو متحقق کرنے کے بعد اپنے اسماء و صفات کے کمال پر عقلی اور آفاقی دلائل بیان کرتا ہے جو تمام آفاق، یعنی سورج، چاند، زمین و آسمان اور کائنات میں پھیلی ہوئی تمام مخلوقات پر محیط ہیں اور آگاہ فرماتا ہے کہ یہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے ہیں ﴿لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''جو علم رکھتے ہیں'' اور ان کے لیے ہیں جو تقویٰ کا التزام کرتے ہیں، کیونکہ علم دلالت کی معرفت اور انتہائی مناسب طریقے سے دلائل کے استنباط کی کیفیت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ تقویٰ قلب میں بھلائی کی طرف رغبت اور برائی سے خوف کو جنم دیتا ہے۔ یہ دونوں دلائل و براہین اور علم و یقین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ ان مخلوقات کی اس وصف کے ساتھ مجرد تخلیق اس کی کامل قدرت، اس کے علم، اس کی حیات اور اس کی قیومیت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کائنات میں جاری احکام، اس کا اتقان اور اس کا حسن و ابداع اللہ تعالیٰ کی حکمت، اس کے حسن تخلیق اور وسعت علم پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کائنات میں پھیلے ہوئے منافع و مصالح...... مثلاً سورج کی روشنی اور چاند کے نور سے جو ضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، اپنے بندوں پر اس کی عنایت، اس کی لامحدود نوازش اور اس کے احسان پر دلالت کرتے ہیں۔

اس کائنات کی خصوصیات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادۂ نافذہ پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود، محبوب محمود، جلال و اکرام اور عظیم اوصاف کا مالک ہے، رغبت و رہبت کے ساتھ اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ تمام امور میں مخلوقات و مربوبات، جو بذات خود اللہ کی محتاج ہیں، کی بجائے اپنی دعا میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کرنے اور ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے کی ترغیب ہے۔ اس لئے کہ اس سے بصیرت بڑھتی ہے، ایمان و عقل میں اضافہ ہوتا ہے اور ملکہ راسخ ہوتا ہے اور ان میں غور و فکر نہ کرنے سے اللہ کے احکام سے بے پروائی، ایمان میں زیادتی کا راستہ بند اور قلب و ذہن میں جمود طاری ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا

بیشک وہ لوگ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی اور راضی ہیں ساتھ زندگانی کے دنیا کی، اور مطمئن ہیں اسی کے ساتھ،

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝٧ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝٨

اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں○ یہی لوگ، ٹھکانا ان کا آگ ہے بہ سبب اس کے جو تھے وہ کماتے○

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ ”جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے۔“ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش نہیں رکھتے ہیں جو سب سے بڑی خواہش اور سب سے بڑی آرزو ہے' بلکہ وہ اس سے اعراض اور روگردانی کرتے ہیں اور بسا اوقات اس کی تکذیب کرتے ہیں **﴿وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾** ”اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش ہیں۔“ یعنی وہ آخرت کی بجائے دنیا پر راضی ہو گئے۔ **﴿وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا﴾** ”اور اسی پر مطمئن ہو گئے“ یعنی دنیا کی طرف مائل ہو گئے اور اسی کو اپنی منزل اور اسی کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا۔ دنیا کے حصول کے لیے کوشاں رہے' اس کی لذات و شہوات پر ٹوٹ پڑے۔ دنیا انہیں جس طریقے سے بھی حاصل ہوئی' انہوں نے اسے حاصل کر لیا۔ دنیا کی چمک انہیں جہاں کہیں بھی دکھائی دی یہ اس کی طرف لپکے۔ انہوں نے اپنے ارادوں اور نیتوں کو دنیا ہی میں مصروف رکھا' ان کے افکار و اعمال دنیا ہی کے محور پر گھومتے رہے۔ گویا کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور گویا کہ دنیا ایک گزرگاہ نہیں جہاں سے مسافر زاد راہ اکٹھا کر کے ہمیشہ رہنے والی منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔ اولین و آخرین اس منزل کی نعمتوں اور لذتوں کی طرف کوچ کرتے ہیں اور لپکنے والے انہی کی طرف لپکتے ہیں۔ **﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ﴾** ”اور وہ ہماری آیتوں سے غافل ہیں“ پس یہ آیات قرآنی اور آیات نفس و آفاق سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور دلیل سے روگردانی درحقیقت مدلول مقصود سے روگردانی اور غفلت کو مستلزم ہے۔ **﴿اُولٰٓئِكَ﴾** جن کا یہ وصف ہے **﴿مَاْوٰىهُمُ النَّارُ﴾** ”ان کا ٹھکانا آگ ہے۔“ یعنی ان کا ٹھکانا اور مسکن جہنم ہے جہاں سے کبھی کوچ نہیں کریں گے۔ **﴿بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾** ”بہ سبب اس کے جو کماتے تھے“ جہنم کا یہ عذاب اس پاداش میں ہے کہ انہوں نے کفر' شرک اور مختلف قسم کے دیگر گناہوں کا ارتکاب کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نافرمانوں کے عذاب کا ذکر کرنے کے بعد اطاعت کرنے والے اہل ایمان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِیْ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک، رہنمائی کرے گا ان کی ان کا رب (جنت کی طرف) بوجہ ان کے ایمان کے، بہتی ہوں گی

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝٩ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ

نیچے ان کے نہریں، نعمتوں والے باغات میں ○ پکارنا ان کا ہو گا ان میں: پاک ہے تو اے اللہ!

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾

اور دعا ان کی ہوگی ان میں سلام، اور آخری پکار ہوگی ان کی یہ کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا○

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ’’اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔‘‘ یعنی انہوں نے ایمان اور ایمان کے تقاضے کو جمع کیا یعنی ایمان لانے کے بعد اخلاص اور اتباع کے ساتھ اعمال صالحہ بجالائے جو اعمال قلوب اور اعمال جوارح پر مشتمل ہیں۔ ﴿يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ﴾ ’’ہدایت کرے گا ان کو ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے سرمایہ ایمان کے سبب سے انہیں سب سے بڑا ثواب یعنی ہدایت عطا کرتا ہے۔ انہیں وہ علم عطا کرتا ہے جو ان کے لیے نفع مند ہے‘ وہ انہیں ان اعمال سے نوازتا ہے جو ہدایت سے جنم لیتے ہیں۔ وہ اپنی آیات میں غور و فکر کرنے کے لیے ان کی راہ نمائی کرتا ہے‘ اس دنیا میں انہیں راہ راست دکھاتا ہے اور آخرت میں ان کو اس راستے پر گامزن کرتا ہے جو جنت کو جاتا ہے۔

بنا بریں فرمایا: ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ﴾ ’’ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں‘‘ یعنی ہمیشہ بہنے والی نہریں ﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ’’نعمت والے باغوں میں‘‘ اللہ تعالیٰ نے جنت کو (نعیم) ’’نعمتوں والی‘‘ کی طرف مضاف کیا ہے‘ کیونکہ جنت ہر طرح سے کامل نعمتوں پر مشتمل ہوگی۔ قلب کو فرحت و سرور‘ ترو تازگی‘ اللہ رحمٰن کا دیدار‘ اس کے کلام کا سماع‘ اس کی رضا اور قرب کے حصول کی خوشی‘ دوستوں اور بھائیوں سے ملاقاتوں‘ ان کے ساتھ اکٹھے ہونے‘ طرب انگیز آوازوں‘ مسحور کن نغمات اور خوش کن مناظر کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ بدن کو مختلف انواع کے ماکولات و مشروبات اور بیویاں وغیرہ عطا ہوں گی جو انسان کے علم سے باہر ہیں جن کے بارے میں انسان تصور تک نہیں کرسکتا اور نہ کوئی اس کا وصف بیان کرسکتا ہے۔ ﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾ ’’اس میں ان کی پکار ہوگی‘ اے اللہ تو پاک ہے‘‘ یعنی جنت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اولین چیز تمام نقائص سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تنزیہ ہوگی اور آخر میں اس کے لیے حمد و ثنا۔ دار الجزا میں ان سے تمام تکالیف ساقط ہو جائیں گی۔ ان کے لئے سب سے بڑی لذت‘ جو لذیذ ترین ماکولات سے بھی زیادہ لذیذ ہوگی اور وہ ہوگا اللہ تعالیٰ کا ذکر‘ جس سے دل مطمئن اور روح خوش ہوگی اور ذکر الٰہی کی حیثیت ان کے لیے وہی ہوگی جو کسی تنفس کے لیے سانس کی ہوتی ہے‘ مگر کسی کلفت اور مشقت کے بغیر۔

﴿وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا﴾ ’’اور اس میں ان کی دعائے ملاقات‘‘ یعنی ملاقات اور ایک دوسرے کی زیارت کے وقت ایک دوسرے کو ﴿سَلٰمٌ﴾ ’’سلام ہوگی‘‘ یعنی وہ سلام کہہ کر ایک دوسرے کو خوش آمدید کہیں گے‘ یعنی ان کی باہم گفتگو لغویات اور گناہ کی باتوں سے پاک ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد ﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ …… الآية﴾ کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اہل جنت جب کھانے پینے کی حاجت محسوس کریں گے تو کہیں گے

﴿سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾ اور ان کے سامنے اسی وقت کھانا حاضر کر دیا جائے گا۔ ﴿وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ﴾ ''اور ان کی آخری بات'' جب وہ کھانے سے فارغ ہوں گے تو کہیں گے ﴿اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ

اور اگر جلدی کرتا اللہ واسطے لوگوں کے برائی (پہنچانے) میں مانند جلدی طلب کرنے ان (لوگوں) کے بھلائی کو تو البتہ پورا کر دیا جاتا ان کا وقت مقرر،

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪

پھر چھوڑ دیتے ہم ان لوگوں کو جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی، ان کی سرکشی میں، وہ سرگرداں پھرتے ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف واحسان ہے کہ جب بندے برائی کے اسباب مہیا کرتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ ان کو اس برائی میں عجلت سے پکڑنا اور انہیں فوراً عذاب میں مبتلا کرنا چاہے جس طرح وہ نیکی کرتے ہیں تو ان کے لیے جلدی سے ثواب لکھ لیا جاتا ہے ﴿لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ﴾ ''تو ختم کر دی جائے ان کی عمر'' یعنی عذاب ان کو ملیا میٹ کر دے ...... مگر اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتا ہے اور اپنے بہت سے حقوق کے بارے میں ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم پر ان کا مواخذہ کرے تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑے۔

اس آیت کریمہ میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ بسا اوقات انسان اپنے اہل واولاد اور مال پر ناراض ہو کر بددعا کر بیٹھتا ہے اگر اس کی بددعا قبول ہو جائے تو سب ہلاک ہو جائیں اور اس سے اسے سخت نقصان پہنچے۔ مگر اللہ تعالیٰ نہایت حلیم اور حکمت والا ہے۔ (یعنی ایسی بددعاؤں کو قبول نہیں فرماتا)

﴿فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ ''پس ہم چھوڑے رکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کو ہماری ملاقات کی امید نہیں'' یعنی وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اسی لیے اس کے لیے کوئی تیاری نہیں کرتے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کون سی چیز انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دے گی۔ ﴿فِيْ طُغْيَانِهِمْ﴾ ''اپنی سرکشی میں۔'' یعنی اپنے باطل میں جس کی بنا پر انہوں نے حق اور حدود سے تجاوز کیا ﴿يَعْمَهُوْنَ﴾ ''وہ حیران اور سرگرداں پھرتے ہیں'' انہیں کوئی راستہ نہیں ملتا اور نہ وہ کسی مضبوط دلیل کی توفیق سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور یہ ان کے ظلم اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار کی پاداش میں ان کے لیے سزا ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا

اور جب پہنچتی ہے انسان کو تکلیف تو وہ پکارتا ہے ہمیں اپنے پہلو پر (لیٹے ہوئے) یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے، پھر جب کھول دیتے ہیں ہم

عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ

اس سے تکلیف اس کی تو (یوں) گزر جاتا ہے وہ گویا کہ نہیں پکارا تھا اس نے ہمیں اس تکلیف کے (ہٹانے) کے لیے جو اسے پہنچی تھی،

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾
اسی طرح مزین کر دیے گئے واسطے حد سے گزرنے والوں کے جو تھے وہ (برے) عمل کرتے ○

اس میں انسان کی فطرت کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ جب اسے کسی مرض یا مصیبت کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو خوب دعائیں کرتا ہے اور وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے، اپنی دعاؤں میں گڑگڑاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کر دے۔ ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ﴾ ‘‘پس جب ہم اس سے اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو وہ (یوں) چلا جاتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں کسی تکلیف کے پہنچنے پر پکارا ہی نہیں’’ یعنی اپنے رب سے روگردانی کرتے ہوئے غفلت میں مستغرق رہتا ہے گویا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہیں آئی، جسے اللہ تعالیٰ نے دور کیا ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا ظلم ہے کہ انسان اپنی غرض پوری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور جب اللہ تعالیٰ اس کی یہ غرض پوری کر دے تو پھر وہ اپنے رب کے حقوق کی طرف نہ دیکھے، گویا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی حق ہی نہیں۔ یہ شیطان کا آراستہ کرنا ہے۔ شیطان ان تمام چیزوں کو مزین کرتا ہے جو انسانی عقل و فطرت کے مطابق انتہائی بری اور قبیح ہیں۔ ﴿كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ﴾ ‘‘اسی طرح خوش نما بنا دیے گئے ہیں بے باک لوگوں کے لئے’’ یعنی ان لوگوں کے لیے جو حدود سے تجاوز کرتے ہیں ﴿مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ‘‘جو عمل وہ کرتے تھے۔’’

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کر دیا ان امتوں کو جو تم سے پہلے گزریں، جب انہوں نے ظلم کیا، اور آئے ان کے پاس ان کے رسول
بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ
ساتھ واضح دلیلوں کے، اور نہ ہوئے وہ کہ ایمان لاتے، اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم ان لوگوں کو جو مجرم ہیں ○ پھر
جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾
بنایا ہم نے تمہیں جانشین زمین میں بعد ان کے، تاکہ ہم دیکھیں کیسے تم عمل کرتے ہو؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے گزشتہ قوموں کو ان کے کفر و ظلم کی بنا پر تباہ کر دیا۔ رسولوں کے توسط سے ان کے پاس واضح دلائل آئے اور ان کے سامنے حق واضح ہو گیا مگر انہوں نے حق کو تسلیم نہ کیا اور وہ ایمان نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر دیا جو کسی مجرم اور اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کرنے والے سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ تمام قوموں میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ﴾ ‘‘پھر بنایا ہم نے تم کو’’ یعنی اے مخاطبو! ﴿خَلٰٓىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ‘‘زمین میں جانشین ان کے بعد تاکہ ہم دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو’’ اگر تم نے گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کی اور نصیحت پکڑی،

اللہ تعالیٰ کی آیات کی اتباع کی اور اس کے انبیاء ورسل کی تصدیق کی' تو تم دنیا وآخرت میں نجات پاؤ گے۔ اور اگر تم نے بھی وہی کام کیے جو تم سے پہلے ظالم قوموں نے کیے تھے' تو تم پر بھی وہی عذاب بھیج دیا جائے گا جو ان پر بھیجا گیا تھا۔ اور جس نے تنبیہ کر دی اس نے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح، تو کہتے ہیں وہ لوگ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی، لے آ تو کوئی (اور) قرآن

غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ

علاوہ اس کے، یا بدل دے اس کو (کچھ)، کہہ دیجیے! نہیں لائق واسطے میرے یہ کہ بدل دوں میں اسے اپنی طرف سے،

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ

نہیں اتباع کرتا میں مگر اسی چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف، بیشک میں ڈرتا ہوں، اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی، عذاب سے

یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۱۵ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ ؗ

بہت بڑے دن کے ○ کہہ دیجیے! اگر چاہتا اللہ تو نہ تلاوت کرتا میں اس کی تم پر، اور نہ اللہ اطلاع دیتا تمہیں اس کی،

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۱۶ فَمَنْ اَظْلَمُ

پس تحقیق ٹھہرا ہوں میں تمہارے اندر ایک مدت اس (دعوائے نبوت) سے پہلے، کیا پس نہیں عقل رکھتے تم؟ ○ پس کون زیادہ ظالم ہے

مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ

اس شخص سے جس نے افتراء باندھا اوپر اللہ کے جھوٹا، یا اس نے جھٹلایا اس کی آیتوں کو؟

اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۱۷

بلاشبہ نہیں فلاح پائیں گے مجرم ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کرنے والے کفار کی ڈھٹائی اور تعصب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب ان کے سامنے آیات قرآنی کی تلاوت کی جاتی ہے جو حق کو بیان کرتی ہیں تو یہ ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جب ان سے اس ڈھٹائی اور تعصب کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو وہ ظلم اور جسارت کا ارتکاب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ﴾ ''اس قرآن کے علاوہ کوئی اور لا' یا اس کو بدل دے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا برا کرے! وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کتنی بڑی گستاخی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھکرا کر کتنا سخت ظلم کرتے ہیں۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عظیم رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ ان سے کہہ دیں: ﴿قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ﴾ ''کہہ دیجیے! کہ مجھے یہ زیبا ہے نہ میرے لائق ہے'' ﴿اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ﴾ ''کہ میں اس کو اپنی طرف سے بدل دوں'' کیونکہ میں تو صرف رسول ہوں میرے اختیار میں کچھ نہیں۔

﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ﴾ ’’میں تو اسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔‘‘ یعنی اتباع وحی کے علاوہ میرا کوئی اختیار نہیں‘ کیونکہ میں تو مامور بندہ ہوں۔ ﴿إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ ’’میں ڈرتا ہوں‘ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی‘ بڑے دن کے عذاب سے‘‘ یہ مخلوق میں بہترین ہستی کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر اور وحی کے بارے میں یہ ادب ہے‘ تب یہ بیوقوف اور گمراہ لوگ‘ جنہوں نے جہالت اور گمراہی‘ ظلم اور عناد اور اللہ رب العالمین پر اعتراضات اور عجز کی طرف اس کی نسبت کو جمع کر رکھا ہے‘ کیوں کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے گریز کر سکتے ہیں، کیا وہ ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟

اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ ان آیات و معجزات کے ذریعے سے ان کے سامنے حق واضح ہو جائے‘ جن کا وہ مطالبہ کر رہے ہیں‘ تو وہ اس بارے میں جھوٹے ہیں‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات بیان کر دی ہیں جو انسان کے بس سے باہر ہیں‘ اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے اپنی رحمت اور حکمت ربانی کے مطابق ان آیات میں تصرف کرتا ہے۔

﴿قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهُۥ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَدْرٰىكُمْ بِهِۦ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا﴾ ’’کہہ دیجیے! اگر اللہ چاہتا تو میں پڑھتا اس کو تمہارے سامنے نہ وہ خبر کرتا تم کو اس کی‘ پس تحقیق میں رہ چکا ہوں تم میں ایک طویل عرصہ اس سے پہلے‘‘ یعنی بہت طویل عرصے تک میں تمہارے اندر رہا ہوں۔ ﴿مِّنْ قَبْلِهِۦ﴾ ’’اس سے پہلے‘‘ یعنی اس کی تلاوت اور تمہارے اس کو جان لینے سے قبل۔ اور میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی نہ تھا اور یہ چیز کبھی میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ ’’کیا پھر تم نہیں سوچتے‘‘ یعنی میں نے عمر بھر تمہارے سامنے اس کو تلاوت نہیں کیا اور مجھ سے کبھی کوئی ایسی چیز صادر نہیں ہوئی جو اس پر دلالت کرتی ہو‘ پھر اس کے بعد میں کیوں کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔ میں نے تمہارے اندر ایک لمبی عمر گزاری ہے‘ تم میری حقیقت حال سے خوب واقف ہو‘ میرے ماں باپ کو جانتے ہو‘ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں پڑھ سکتا ہوں نہ لکھ سکتا ہوں اور میں کسی سے درس لیتا ہوں نہ کسی سے تعلیم حاصل کرتا ہوں؟

پس میں تمہارے پاس ایک عظیم کتاب لے کر آیا ہوں جس نے بڑے بڑے علماء اور فصحاء کو عاجز اور لاچار کر دیا‘ کیا اس کے باوجود یہ ممکن ہے کہ اس کتاب کو میں نے اپنی طرف سے تصنیف کر لیا ہو یا یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ حکمت والے اور ستائش کے لائق اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے؟ اگر تم اپنی عقل و فکر کو استعمال کرو‘ میرے احوال اور اس کتاب کے حال میں تدبر کرو تو تمہیں قطعی یقین آ جائے گا جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ حق ہے جس کے بعد گمراہی کے سوا کچھ باقی نہیں۔ مگر جب تم نے عناد کی بنا پر اسے جھٹلا دیا تو اس میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ تم سخت ظالم ہو اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا؟ اگر میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑوں‘ تو میں لوگوں میں سب سے ظالم شخص اور فلاح سے محروم

ہوں۔ میرے حالات تم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات لے کر آیا ہوں' تم نے ان کو جھٹلایا' جس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ تم ظالم ہو۔ تمہارا معاملہ عنقریب مضمحل ہوجائے گا اور جب تک تم اپنی اس ڈگر پر چلتے رہوگے' ہرگز فلاح نہیں پا سکو گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ ''جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں۔'' دلالت کرتا ہے کہ جس چیز نے ان کو اس تعنت (کٹ حجتی) پر آمادہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے پر عدم ایمان اور اس کے ساتھ ملاقات ہونے پر عدم یقین ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر ایمان رکھتا ہے وہ لازمی طور پر اس کتاب کی اتباع کرتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے' کیونکہ وہ صحیح نیت والا ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ

اور وہ عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے اس چیز کی جو نہیں نقصان پہنچاتی ان کو اور نہ نفع دیتی ہے انہیں، اور وہ کہتے ہیں' یہی لوگ ہیں

شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ

ہمارے سفارشی اللہ کے ہاں، کہہ دیجیے! کیا تم خبر دیتے ہو اللہ کو ساتھ اس چیز کے کہ نہیں جانتا وہ (اسے) آسمانوں

وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۱۸)

اور زمین میں' وہ پاک اور بلند ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَيَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور پرستش کرتے ہیں'' یعنی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے مشرکین۔ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ ''اللہ کے سوا' اس چیز کی جو ان کو نقصان پہنچا سکے نہ نفع'' یعنی ان کے معبودان باطل ان کو ذرہ بھر فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور نہ ان سے کسی ضرر کو دور کر سکتے ہیں۔ ﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں۔'' ایسی بات جو دلیل سے بالکل خالی ہے۔ ﴿هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں'' یعنی وہ ان معبودان باطل کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں' تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں اور اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں۔ یہ ان کی اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بات ہے۔

بنابریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے اس عقیدے کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''کہہ دیجیے! کیا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو اس کو معلوم نہیں' آسمانوں میں اور زمین میں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے جس نے اپنے علم کے ذریعے سے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اس نے تمہیں آگاہ کیا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے ساتھ کوئی معبود نہیں۔ پس اے مشرکو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسے معاملے کی خبر دے رہے ہو جو اللہ تعالیٰ سے مخفی ہے اور تم اسے جانتے ہو؟ کیا تم اللہ تعالیٰ سے زیادہ جانتے ہو؟ کیا اس عقیدے سے

زیادہ باطل عقیدہ پایا جا سکتا ہے جو اس امر کا متضمن ہے کہ یہ گمراہ جہال اور بیوقوف لوگ اللہ رب العالمین سے زیادہ علم رکھتے ہیں؟ عقل مند شخص کے لیے اس عقیدے کا مجرد تصور ہی یہ جاننے کے لیے کافی ہے کہ یہ قطعی طور پر فاسد اور باطل عقیدہ ہے۔ ﴿سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ﴾ ''وہ پاک ہے اور ان کے شرک سے بہت بلند ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ کوئی اس کا شریک یا نظیر ہو' بلکہ اللہ تعالیٰ واحد' فرد اور بے نیاز ہے' آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس عالم علوی اور سفلی میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر معبود عقل' شرع اور فطرت کے اعتبار سے باطل ہے ﴿ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ هُوَ الۡبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ﴾ (الحج: ٢٢/٦٢) ''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ہی کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور اللہ ہی بلند اور بڑا ہے''۔

وَمَا کَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخۡتَلَفُوۡا ؕ وَلَوۡ لَا کَلِمَةٌ سَبَقَتۡ

اور نہیں تھے لوگ (پہلے) مگر ایک ہی امت، پھر انہوں نے اختلاف کیا، اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے (سے متعین) ہو چکی ہے

مِنۡ رَّبِّکَ لَقُضِیَ بَیۡنَهُمۡ فِیۡمَا فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ⑲ وَیَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ لَاۤ

آپ کے رب کی طرف سے تو یقیناً فیصلہ کر دیا جاتا انکے درمیان اس چیز کے بارے میں کہ جس میں وہ اختلاف کر رہے تھے ○ اور وہ کہتے ہیں، کیوں نہیں

اُنۡزِلَ عَلَیۡهِ اٰیَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلۡ اِنَّمَا الۡغَیۡبُ لِلّٰهِ فَانۡتَظِرُوۡا ۚ

نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے؟ سو آپ کہہ دیجیے! یقیناً غیب تو اللہ ہی کے لیے ہے، پس تم انتظار کرو،

اِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِیۡنَ ⑳ ع ۲

بلاشبہ میں (بھی) تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ○

﴿وَمَا کَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت'' یعنی تمام لوگ صحیح دین پر متفق تھے' پھر ان میں اختلاف واقع ہو گیا' تب اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث فرمائے جو خوشخبری سنانے والے اور برے انجام سے ڈرانے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کتاب نازل فرمائی' تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اس بارے میں فیصلہ کرے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ ﴿وَلَوۡ لَا کَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّکَ﴾ ''اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے طے ہو چکی ہے'' کہ نافرمانوں کو مہلت دینی ہے اور ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کا فوری مواخذہ نہیں کرنا۔ ﴿لَقُضِیَ بَیۡنَهُمۡ﴾ ''تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا'' بایں طور کہ ہم اہل ایمان کو بچا لیتے اور جھٹلانے والے کفار کو ہلاک کر دیتے اور یہ چیز ان کے درمیان امتیاز اور تفریق کی علامت بن جاتی۔ ﴿فِیۡمَا فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ﴾ ''ان چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے'' مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے سے آزمائے اور آزمائش میں مبتلا کرے' تاکہ سچے اور جھوٹے

کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ ’’اور یہ کہتے ہیں۔‘‘ یعنی لغزشیں تلاش کرنے اور جھٹلانے والے کہتے ہیں: ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ’’کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی آیت اس کے رب کی طرف سے‘‘ یعنی وہ آیات جن کا وہ مطالبہ کرتے ہیں‘ مثلاً وہ کہا کرتے تھے: ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا﴾ (الفرقان: ۷/۲۵) ’’اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو ڈرانے کو اس کے ساتھ رہتا‘‘ اور جیسے ان کا یہ قول ہے۔ ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا﴾ (بنی اسرائیل: ۹۰/۱۷) ’’اور انہوں نے کہا: ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لئے زمین میں سے چشمہ جاری نہ کر دو۔‘‘

﴿فَقُلْ﴾ جب وہ آپ سے کسی آیت کا مطالبہ کریں تو آپ کہہ دیجئے! ﴿اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ﴾ ’غیب کی بات تو اللہ ہی جانے‘‘ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے علم کے ذریعے سے اپنے بندوں کے احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے‘ وہ اپنے علم اور انوکھی حکمت کے تقاضے کے مطابق ان کی تدبیر کرتا ہے۔ کسی حکم‘ کسی دلیل‘ کسی غایت و انتہا اور کسی تعلیل کی تدبیر میں کسی کا کوئی اختیار نہیں۔ ﴿فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾ ’’پس انتظار کرو‘ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں‘‘ یعنی ہر ایک دوسرے کے بارے میں منتظر رہے جس کا وہ اہل ہے اور دیکھے کہ کس کا انجام اچھا ہوتا ہے؟

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ

اور جب ہم چکھاتے ہیں (کافر) لوگوں کو رحمت بعد اس تکلیف کے جو انہیں پہنچی‘ تو ناگہاں ان کے لیے چالیں ہوتی ہیں (جو وہ چلتے ہیں)

فِيْۤ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ہماری آیتوں میں‘ کہہ دیجئے! اللہ سب سے زیادہ تیز ہے چال (چلنے) میں‘ بیشک ہمارے رسول (فرشتے) لکھتے ہیں جو چالیں تم چلتے ہو○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ﴾ ’’اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو مزا اپنی رحمت کا‘ ایک تکلیف کے بعد جو ان کو پہنچی تھی‘‘ مثلاً مرض کے بعد صحت‘ تنگ دستی کے بعد فراخی اور خوف کے بعد امن‘ تو وہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں کیا تکلیف پہنچی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فراخی اور اس کی رحمت پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے‘ بلکہ وہ اپنی سازشوں اور سرکشی پر جمے رہتے ہیں۔

بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْۤ اٰيَاتِنَا﴾ ’’اسی وقت بنانے لگیں وہ حیلے ہماری آیتوں میں‘‘ یعنی وہ باطل میں کوشاں رہتے ہیں‘ تاکہ اس کے ذریعے سے حق کو باطل ثابت کریں ﴿قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا﴾ ’’کہہ دیجئے! اللہ حیلے بنانے (تدبیر کرنے) میں زیادہ تیز ہے‘‘ کیونکہ بری چالوں کا وبال چال چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ ان کے برے مقاصد انہی پر پلٹ جاتے ہیں اور وہ برے انجام سے محفوظ نہیں رہتے‘

بلکہ فرشتے ان کے اعمال لکھتے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو محفوظ کر لیتا ہے پھر وہ ان کو ان اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

هُوَ الَّذِىْ يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ
وہی ہے (اللہ) جو چلاتا ہے تمہیں خشکی اور تری میں، حتی کہ جب ہوتے ہو تم کشتیوں میں اور چلتی ہیں وہ
بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ
انہیں (تمہیں) لے کر ساتھ ہوا پاکیزہ (موافق) کے، اور خوش ہوتے ہیں وہ ساتھ اس (ہوا) کے تو آتی ہے ان پر سخت ہوا اور آتی ہیں انکے پاس لہریں
مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ
ہر طرف سے اور گمان کرتے ہیں وہ کہ بیشک گھیر لیا گیا ہے ان کو تو (اس وقت) پکارتے ہیں اللہ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے عبادت کو،
لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ
کہ اگر تو نے نجات دے دی ہمیں اس (طوفان) سے تو یقیناً ہو جائیں گے ہم شکر گزاروں میں سے ○ پس جب اس (اللہ) نے نجات دے دی انکو تو فوراً وہ
يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ
سرکشی کرنے لگتے ہیں زمین میں ناحق، اے لوگو! یقیناً تمہاری سرکشی (کا وبال) اوپر تمہاری جانوں ہی کے ہے، (اٹھالو) فائدہ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾
زندگی کا دنیا کی، پھر ہماری طرف ہی لوٹنا ہے تمہیں، پس ہم خبر دیں گے تمہیں ساتھ اس کے جو تھے تم عمل کرتے ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کے بارے میں ایک عام قاعدہ بیان فرمایا کہ تکلیف کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول اور تنگ دستی کے بعد فراخی کے وقت ان کا کیا حال ہوتا ہے تو اب ان کی اس حالت کا ذکر فرماتا ہے جو اس کی تائید کرتی ہے۔ یہ ان کی وہ حالت ہے جب وہ سمندر کے اندر سفر کرتے ہیں اور سمندر سخت جوش میں ہوتا ہے اور ان کو اس کے انجام کا خوف ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِىْ يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ''وہی ہے جو تمہیں چلاتا ہے خشکی اور سمندر میں'' یعنی ان اسباب کے ذریعے سے جو اس نے تمہیں مہیا کیے ہیں اور ان کی طرف تمہاری راہ نمائی فرمائی ہے۔ ﴿حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ﴾ ''یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں بیٹھتے ہو'' یعنی بحری جہازوں میں ﴿وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ﴾ ''اور لے کر چلیں وہ ان کو اچھی ہوا سے'' یعنی رے ہوا جو ان کی خواہش کے موافق بغیر کسی مشقت اور گھبراہٹ کے ان جہازوں کو چلاتی ہے۔ ﴿وَّفَرِحُوْا بِهَا﴾ ''اور وہ خوش ہوں ساتھ ان کے'' اور ان ہواؤں پر نہایت مطمئن ہوتے ہیں اور وہ اسی حال میں ہوتے وزائل کر ﴿جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ﴾ ''اچانک زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے۔'' یعنی کشتیوں پر سخت ہوا آئی ﴿﴾ بہنے والے ﴿الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ﴾ ''اور آئی ان پر موج ہر جگہ سے اور انہوں نے جا

وہ گھر گئے'' یعنی انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب ان کی ہلاکت یقینی ہے، تب اس وقت مخلوق سے ان کے تمام تعلق منقطع ہو جاتے ہیں اور انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس مصیبت اور سختی سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا، تب اس وقت ﴿ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ ''وہ دین کو اللہ کیلئے خالص کر کے اسی کو پکارتے ہیں'' اور التزامی طور پر اپنے آپ سے وعدہ کرتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں ﴿ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ ''اگر تو ہمیں اس مصیبت سے بچا لے تو ہم تیرے شکر گزار ہو جائیں گے۔''

﴿ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ ''پس جب اللہ نے ان کو نجات دے دی، تو اسی وقت شرارت کرنے لگے زمین میں ناحق۔'' یعنی وہ اس سختی کو جس میں وہ مبتلا تھے، ان دعاؤں کو جو وہ مانگتے رہے تھے اور ان وعدوں کو جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کیے تھے، فراموش کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں جس کے بارے میں انہوں نے اعتراف کیا تھا کہ اس کے سوا کوئی ہستی انہیں ان سختیوں سے نجات دے سکتی ہے نہ ان کی تنگی دور کر سکتی ہے۔ پس انہوں نے اپنی فراخی اور کشادگی میں عبادت کو اللہ کے لیے خالص کیوں نہ کیا جس طرح انہوں نے سختی میں اپنی عبادت کو اللہ کے لیے خالص کیا تھا مگر اس بغاوت اور سرکشی کا وبال انہیں پر پڑے گا۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''اے لوگو! تمہاری شرارت تمہی پر پڑے گی، نفع اٹھا لو دنیا کی زندگانی کا'' یعنی اللہ تعالیٰ سے سرکشی و بغاوت اور اس کے لیے اخلاص سے دور بھاگنے میں ان کی غرض و غایت یہ ہے کہ وہ دنیا کے چند ٹکڑے اور اس کا مال و جاہ اور معمولی سے فوائد حاصل ہوں جو بہت جلد ختم ہو جائیں گے، سب کچھ ہاتھوں سے نکل جائے گا اور تم اسے چھوڑ کر یہاں سے کوچ کر جاؤ گے۔ ﴿ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ ﴾ ''پھر ہمارے پاس ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے'' یعنی قیامت کے روز ﴿ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''پھر ہم تمہیں بتلا دیں گے جو کچھ کہ تم کرتے تھے'' اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو ان کے اپنے ان اعمال پر جمے رہنے سے ڈرایا گیا ہے۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

یقیناً مثال زندگانی دنیا کی مانند اس پانی کے ہے کہ ہم نے نازل کیا اس کو آسمان سے، پھر مل جل گئی اس کے سبب سے روئیدگی

الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا

زمین کی، اس چیز میں سے جسے کھاتے ہیں انسان اور چوپائے، یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے رونق اپنی

وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا

اور مزین ہوگئی اور گمان کر لیا اہل زمین نے کہ بیشک وہ قادر ہیں اس (سے فائدہ اٹھانے) پر، تو (اچانک) آگیا اس پر ہمارا حکم (عذاب) رات یا دن کو،

فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

پھر کر دیا ہم نے اس (لہلہاتی کھیتی) کو کٹی ہوئی کھیتی (کی طرح)، گویا کہ نہیں تھی وہ کل، اسی طرح ہم مفصل بیان کرتے ہیں

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اپنی آیتیں واسطے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں○

یہ بہترین مثال ہے اور یہ مثال دنیا کی حالت سے مطابقت رکھتی ہے کیونکہ دنیا کی لذات و شہوات اور اس کا مال و جاہ دنیا کے حریص بندے کے لیے بہت پرکشش ہے اگرچہ اس کی چمک دمک بہت تھوڑے وقت کے لیے ہے۔ جب دنیا مکمل ہو جاتی ہے تو مضمحل ہو کر اپنے چاہنے والے سے زائل ہو جاتی ہے یا چاہنے والا دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ پس بندہ دنیا سے خالی ہاتھ رہ جاتا ہے اور اس کا دل حزن و غم اور حسرت سے لبریز ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال ایسے ہے ﴿كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ﴾ ’’مانند اس پانی کے جسے ہم نے آسمان سے اتارا، پھر مل جل گیا اس سے سبزہ زمین کا‘‘ یعنی زمین کے اندر ہر قسم کی نباتات اور خوبصورت جوڑے اگ آئے ﴿مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ﴾ ’’جو کہ کھائیں آدمی‘‘ مثلاً غلہ جات اور پھل وغیرہ۔ ﴿وَالْاَنْعَامُ﴾ ’’اور مویشی‘‘ یعنی اور وہ چیزیں جو مویشی کھاتے ہیں، مثلاً مختلف اقسام کی گھاس پات، وغیرہ ﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ﴾ ’’یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے اپنی رونق اور خوب مزین ہو گئی‘‘ یعنی جب اس کا منظر خوبصورت ہو جاتا ہے اور زمین خوبصورت لباس پہن لیتی ہے، تو دیکھنے والوں کے لئے خوش منظر، غم ہلکا کرنے والوں کے لیے ذریعہ تفریح اور بصیرت حاصل کرنے والوں کے لیے ایک نشانی بن جاتی ہے۔ تب تو عجیب نظارہ دیکھے گا جس میں سبز زرد اور سفید رنگ دکھائی دیں گے۔

﴿وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ﴾ ’’اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ (فصل) ان کے ہاتھ لگے گی‘‘ یعنی وہ سمجھنے لگتے ہیں یہ دنیا ان کے پاس ہمیشہ رہے گی، کیونکہ ان کا ارادہ اسی پر ٹھہرا ہوا ہے اور ان کی طلب کی انتہا یہی ہے۔ پس وہ اسی حالت میں ہوتے ہیں کہ ﴿اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ﴾ ’’ناگہاں پہنچا اس پر ہمارا حکم، رات کو یا دن کو، پھر کر دیا اس کو کاٹ کر ڈھیر، گویا کہ کل یہاں آبادی ہی نہ تھی‘‘ یعنی دنیا کی یہ خوبصورتی کبھی تھی ہی نہیں۔ پس یہی حالت دنیا کی ہے، بالکل اس جیسی ہی۔

﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ ’’ہم اسی طرح کھول کھول کر نشانیاں بیان کرتے ہیں‘‘ یعنی ہم ان آیات کو، ان کے معانی کو قریب لا کر اور مثالیں بیان کر کے واضح کرتے ہیں ﴿لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ’’ان لوگوں کے سامنے جو غور و فکر کرتے ہیں‘‘ یعنی اپنی فکر کو ان کاموں میں استعمال کرتے ہیں جو ان کو فائدہ دیتے ہیں۔ رہا غفلت میں ڈوبا ہوا اور روگردانی کرنے والا شخص، تو یہ آیات اسے کوئی فائدہ دیتی ہیں نہ ان کا بیان اس کے شک کو کم کر سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا حال اور اس کی نعمتوں کے حاصل کا ذکر کیا، تو اب ہمیشہ باقی رہنے والے گھر کا شوق دلایا ہے، چنانچہ فرمایا:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾

اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف، اور وہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، طرف سیدھی راہ کے ○

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ

واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے کیں نیکیاں، نیک بدلہ (جنت) ہے اور مزید (دیدار الٰہی) ہے، اور نہیں ڈھانپے گی انکے چہروں کو سیاہی

وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور نہ ذلت، یہی لوگ ہیں جنتی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامتی کے گھر کی طرف عام دعوت اور اس کو حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ وہ جس کو اپنے لئے خالص کر کے چن لینا چاہتا ہے اس کے لیے ہدایت کو مخصوص کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اس کے لیے اپنی رحمت کو مختص کر دیتا ہے، یہ اس کا عدل و حکمت ہے اور حق و باطل کو بیان کر دینے اور رسولوں کو مبعوث کرنے کے بعد کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو ''دارالسلام'' کے نام سے اس لئے موسوم کیا ہے کہ یہ تمام آفات اور نقائص سے محفوظ اور سلامت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نعمتیں کامل، ہمیشہ باقی رہنے والی اور ہر طرح سے خوبصورت ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامتی کے گھر کی طرف بلایا تو گویا ان نفوس کو ان اعمال کا اشتیاق پیدا ہوا جو ان کو اس گھر میں پہنچانے کے موجب ہیں۔ فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''ان لوگوں کے واسطے جنہوں نے بھلائی کی، بھلائی اور مزید ہے'' یعنی ان لوگوں کے لیے جنہوں نے خالق کی عبادت میں احسان سے کام لیا یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں مراقبہ اور خیر خواہی کے ساتھ اس کی عبادت کی اور مقدور بھر اس عبودیت کو قائم رکھا اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے بندوں سے احسان قولی اور احسان فعلی کے ساتھ پیش آئے اور ان کے ساتھ مالی اور بدنی احسانات سے کام لیا، نیکی کا حکم دیا، برائی سے روکا، جہلا کو تعلیم دی، روگردانی کرنے والوں کی خیر خواہی کی، نیکی اور احسان کے دیگر تمام پہلوؤں پر عمل کیا۔

یہی وہ لوگ ہیں جو احسان کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور انہی کے لیے (الحسنی) ہے یعنی ایسی جنت جو اپنے حسن و جمال میں کامل ہے۔ مزید برآں ان کے لیے اور بھی انعام ہے۔ یہاں (زِيَادَة) ''مزید'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ انور کا دیدار، اس کے کلام مبارک کا سماع، اس کی رضا کا فیضان اور اس کے قرب کا سرور ہے۔ اس ذریعے سے انہیں وہ بلند مقامات حاصل ہوں گے کہ تمنا کرنے والے ان کی تمنا کرتے ہیں اور سوال کرنے والے اللہ تعالیٰ ے انہی مقامات کا سوال کرتے ہیں۔

سے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے محذورات کے دور ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا

﴿ذِلَّةٌ﴾ ”اور نہ چڑھے گی ان کے چہروں پر سیاہی اور نہ رسوائی“ یعنی انہیں کسی لحاظ سے بھی کسی ناگوار صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا‘ کیونکہ جب کوئی ناگوار امر واقع ہوتا ہے تو یہ ناگوار امر اس کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے اور چہرہ تغیر اور تکدر کا شکار ہو جاتا ہے۔ رہے یہ لوگ تو ان کی حالت ایسے ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ﴾ (المطففین: ۸۳/۲۴) ”تو ان کے چہروں میں نعمتوں کی تازگی معلوم کر لے گا“۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ﴾ ”یہی ہیں جنت میں رہنے والے“ ﴿ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ”وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ یعنی وہ جنت سے منتقل ہوں گے نہ اس سے دور ہوں گے اور نہ وہ تبدیل ہوں گے۔

وَالَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ

اور وہ لوگ جنہوں نے کیے برے کام، تو بدلہ برائی کا اس (برائی) کے مثل ہی ہے، اور ڈھانپ لے گی انکو ذلت، نہیں ہوگا واسطے انکے،

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا ؕ

اللہ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا، (یوں محسوس ہوگا) گویا کہ اڑھا دیے گئے انکے چہروں کو ٹکڑے رات کے جبکہ وہ اندھیری ہو،

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

یہی لوگ ہیں اہل دوزخ، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

اصحاب جنت کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کا ذکر فرمایا کہ ان کی کل کمائی جس کا انہوں نے دنیا میں اکتساب کیا‘ برے اعمال ہیں جن پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے‘ مثلاً کفر کی مختلف انواع‘ انبیا کی تکذیب اور گناہ کی مختلف اقسام۔ ﴿ جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ﴾ ”تو برائی کا بدلہ بھی ویسا ہی ہوگا۔“ یعنی ان کو ایسی جزا دی جائے گی جو ان کے مختلف احوال اور ان کے برے اعمال کے مطابق بری ہوگی۔ ﴿ وَتَرْهَقُهُمْ ﴾ ”اور ان کو ڈھانک لے گی“۔ ﴿ ذِلَّةٌ ﴾ ”رسوائی“ یعنی ان کے دلوں میں ذلت اور اللہ کے عذاب کا خوف ہوگا۔ کوئی ان سے اس خوف کو دور نہیں کر سکے گا اور نہ کوئی بچانے والا ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا۔

یہ باطنی ذلت ان کے ظاہر میں بھی سرایت کر جائے گی اور ان کے چہرے کی سیاہی بن جائے گی۔ ﴿ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ”گویا کہ ڈھانک دیے گئے ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے‘ یہی لوگ ہیں جہنمی‘ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے“ ان دو گروہوں کے احوال میں کتنا فرق ہے اور دونوں کے درمیان کتنا بعد اور تفاوت ہے! ﴿ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○ وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ○ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴾ (القیامۃ: ۷۵/۲۲-۲۵) ”اس روز بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے‘ اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے اور بہت سے چہرے اداس ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ ان پر مصیبت نازل ہونے والی ہے“۔ ﴿ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ○ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○

﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ (عبس: ۸۰/۳۸_۴۲)
’’بہت سے چہرے اس روز روشن اور خنداں وشاداں ہوں گے اور کتنے ہی چہرے ہوں گے جو گرد سے اٹے ہوئے ہوں گے سیاہی نے ان کو ڈھانک رکھا ہوگا۔ یہ فجار اور کفار ہیں‘‘۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ
اور (یاد کرو) جس دن ہم اکٹھا کریں گے انکو سب کو پھر کہیں گے ہم ان لوگوں کے لیے جنہوں نے شرک کیا تھا، (ٹھہرے رہو) اپنی اپنی جگہ پر تم

وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٨﴾
اور تمہارے شریک (معبودان باطلہ)، پھر ہم جدائی ڈال دیں گے انکے درمیان، اور کہیں گے انکے شریک (معبود)، نہیں تھے تم ہماری عبادت کرتے ○

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿٢٩﴾
پس کافی ہے اللہ گواہ درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے، بلاشبہ تھے ہم تمہاری عبادت سے بالکل غافل ○

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ
وہاں جانچ (جان) لے گا ہر نفس، جو کچھ اس نے کیا تھا پہلے (دنیا میں) اور وہ لوٹائے جائیں گے طرف اللہ کی، جو مالک ہے انکا حقیقی، اور گم ہو جائے گا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾
ان سے جو تھے وہ افتراء باندھتے ○

ع
النصف

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا﴾ ’’اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے۔‘‘ یعنی ایک مقرر دن میں ہم تمام مخلوقات کو جمع کریں گے، ہم مشرکین اور ان کے ان معبودان باطل کو بھی اکٹھا کریں گے جن کی یہ مشرکین عبادت کیا کرتے تھے۔ ﴿ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ﴾ ’’پھر ہم کہیں گے شرک کرنے والوں کو کھڑے ہو اپنی اپنی جگہ، تم اور تمہارے شریک‘‘ یعنی اپنی جگہ پر کھڑے رہو تاکہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ ﴿فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ﴾ ’’پھر ہم ان کے درمیان تفرقہ ڈال دیں گے۔‘‘ یعنی ہم بعد بدنی اور بعد قلبی کے ذریعے سے ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے، دنیا میں وہ ایک دوسرے کے لیے خالص محبت و مودت رکھتے تھے، اب ان کے درمیان سخت عداوت ہوگی۔ یہ محبت اور دوستی سخت عداوت اور بغض میں بدل جائے گی۔ ﴿وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ﴾ ’’اور ان کے شریک کہیں گے‘‘ یعنی ان کے ٹھہرائے ہوئے شریک ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے۔ ﴿مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ﴾ ’’تم ہماری عبادت تو نہ کرتے تھے‘‘ کیونکہ ہم تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس سے پاک اور منزہ گردانتے ہیں کہ اس کا کوئی شریک اور ہمسر ہو۔

﴿فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾ ’’پس اللہ کافی ہے گواہ، ہمارے اور تمہارے درمیان، یقیناً ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے‘‘ ہم نے تمہیں عبادت کا حکم دیا تھا نہ ہم نے تمہیں

اس کی طرف بلایا تھا‘ بلکہ درحقیقت تم نے تو اس کی عبادت کی ہے جس نے تمہیں اس شرک کی طرف دعوت دی اور وہ ہے شیطان مردود‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا تھا: ﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ (یٰس: ٣٦/٦٠) ”اے اولاد آدم! کیا میں نے تمہیں کہہ نہ دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا‘ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾ (سبا: ٣٤/٤٠_٤١) ”اور جس روز وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا‘ پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے تو پاک ہے‘ ان کی بجائے تو ہمارا دوست ہے‘ بلکہ یہ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر لوگ انہی کی بات مانتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ کے مکرم فرشتے‘ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام وغیرہم قیامت کے روز ان لوگوں سے براءت کا اظہار کریں گے جو ان کی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو (اس الزام سے) بری کریں گے کہ وہ ان لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور وہ اپنی اس براءت میں سچے ہوں گے۔

تب اس وقت مشرکین کو اتنی زیادہ حسرت ہوگی کہ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں اپنے اعمال کی مقدار کا علم ہو جائے گا اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان سے کیا ردی خصائل صادر ہوتے رہے ہیں۔ اس روز ان پر عیاں ہو جائے گا کہ وہ جھوٹے تھے اور اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کیا کرتے تھے۔ ان کی عبادتیں گم اور ان کے معبود نابود ہو جائیں گے اور ان کے تمام اسباب و وسائل منقطع ہو جائیں گے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿هُنَالِكَ﴾ ”وہاں“ یعنی اس روز ﴿تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ﴾ ”جانچ لے گا ہر کوئی جو اس نے پہلے کیا“ یعنی ان کے اعمال کی پڑتال کی جائے گی اور ان کی نوعیت کے مطابق ان کو جزا دی جائے گی۔ اگر اعمال اچھے ہوں گے‘ تو اچھی جزا ہوگی‘ اگر اعمال برے ہوں گے‘ تو جزا بھی بری ہوگی۔ ﴿وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ ”اور وہ اللہ کی طرف لوٹا دیے جائیں گے جو ان کا سچا مالک ہے اور جاتا رہے گا ان سے وہ جو جھوٹ باندھتے تھے“ یعنی اپنے شرک کے بارے میں انہوں نے بہتان طرازی کی تھی کہ یہ معبودان باطل جن کی یہ عبادت کرتے تھے‘ ان کو فائدہ دے سکتے ہیں اور عذاب کو ان سے دور کر سکتے ہیں۔ (اس روز ان بہتانوں کی حقیقت واضح ہو جائے گی)۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
کہہ دیجیے! کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے؟ یا کون ہے وہ جو مالک ہو کانوں اور آنکھوں کا؟
وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ
اور کون ہے وہ جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے؟ اور کون ہے وہ جو تدبیر کرتا ہے

الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ

تمام کاموں کی؟ پس وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، تو کہہ دیجیے! کیا پس نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ پس یہی ہے اللہ تمہارا رب سچا،

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ښ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

پس کیا ہے بعد حق کے سوائے گمراہی کے؟ پس کہاں پھیرے جاتے ہو تم؟ ○ اسی طرح ثابت ہو گیا ہے کلمہ آپ کے رب کا

عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

اوپر ان لوگوں کے جنہوں نے نافرمانی کی، کہ بیشک وہ نہیں ایمان لائیں گے ○

﴿قُلْ﴾ یعنی ان کے توحید ربوبیت کے اقرار کو ان کے توحید الوہیت کے انکار پر حجت بناتے ہوئے ان مشرکین سے کہہ دیجیے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ﴿مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کون ہے جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے'' یعنی آسمان سے رزق نازل کر کے اور زمین سے رزق کی مختلف اقسام کو نکال کر اور اس میں رزق کے اسباب کو آسان بنا کر؟ ﴿اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ ''یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا'' یعنی کون ہے جس نے ان دونوں قویٰ کو تخلیق کیا اور وہ ان کا مالک ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص طور پر ان دونوں قویٰ کا ذکر فرمایا' یہ مفضول پر فاضل کی فضیلت پر تنبیہ کے باب سے ہے' نیز ان کے شرف اور فوائد کی بنا پر ان کا ذکر کیا۔ ﴿وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ ''اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے'' مثلاً شجر و نباتات کی تمام اقسام کو دانے اور گٹھلی سے پیدا کیا' مومن کو کافر سے جنم دیا اور پرندے کو انڈے سے تخلیق کیا۔ ﴿وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ 'اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے'' یعنی مذکورہ تمام چیزوں کے برعکس ﴿وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ 'اور کاموں کا انتظام کون کرتا ہے۔'' یعنی کون ہے جو عالم علوی اور عالم سفلی کی تدبیر کرتا ہے؟ اور اس میں تدابیر الٰہیہ کی تمام اقسام شامل ہیں۔

اگر آپ ان سے اس بارے میں سوال کریں ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ﴾ ''تو وہ کہیں گے' اللہ'' کیونکہ وہ ان تمام امور کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ مذکورہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿فَقُلْ﴾ تو الزامی حجت کے طور پر ان سے کہہ دیجیے! ﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ 'پھر تم ڈرتے کیوں نہیں۔'' کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ خالص اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے اور جھوٹے معبودوں اور بتوں کی بندگی کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکتے۔ ﴿فَذٰلِكُمُ﴾ ''پس یہی'' یعنی وہ ہستی' جس نے اپنے مذکورہ اوصاف بیان کیے۔ ﴿اللّٰهُ رَبُّكُمُ﴾ ''اللہ ہے' تمہارا رب'' وہ معبود محمود ہے جو مختلف نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوقات کا مربی ہے۔ ﴿الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ ''اور وہ حق ہے' پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے کیا ہے؟'' یعنی وہ تمہارا پروردگار برحق ہے' حق کے بعد' گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ اکیلا ہی تمام کائنات کا خالق اور

اس کی تدبیر کرتا ہے' بندوں کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے عطا کی ہوئی ہے۔ تمام بھلائیاں وہی لاتا ہے اور تمام برائیوں کو وہی دور کرتا ہے' وہ اسمائے حسنیٰ سے موسوم' صفات کاملہ سے موصوف اور جلال و اکرام کا مالک ہے۔ ﴿فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ "پس تم کہاں پھیرے جاتے ہو" یعنی جس ہستی کے یہ اوصاف ہیں اسے چھوڑ کر ان ہستیوں کی عبادت کی طرف کیوں کر پھرے جا رہے ہو جن کا وجود عدم کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جو خود اپنی ذات کے لیے کسی نفع و نقصان' موت و حیات اور زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ جن کا اقتدار میں کسی بھی لحاظ سے ذرہ بھر بھی حصہ اور شراکت نہیں۔ وہ اس کے پاس' اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتیں۔ پس ہلاکت ہے اس کے لیے جو ایسوں کو شریک ٹھہراتا ہے اور برائی ہے اس کے لیے جو اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ یقیناً اپنے دین سے محروم ہونے کے بعد وہ اپنی عقلوں سے بھی محروم ہو گئے' بلکہ وہ اپنی دنیا و آخرت بھی کھو بیٹھے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ "اسی طرح ثابت ہو گئی تیرے رب کی بات ان لوگوں پر جو نافرمان ہوئے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے"۔ اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو واضح نشانات اور روشن دلائل دکھائے جن میں عقل مندوں کے لیے عبرت' اہل تقویٰ کے لیے نصیحت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا

کہہ دیجیے! کیا ہے کوئی تمہارے (بناوٹی) شریکوں میں سے جو پہلی بار پیدا کرے مخلوق کو پھر دوبارہ پیدا کر دے اسے؟ کہہ دیجیے! اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ

مخلوق کو، پھر وہی دوبارہ (بھی) پیدا کرے گا اسکو، پس کیسے پھیرے جاتے ہو تم○ کہہ دیجیے! کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے جو ہدایت دیتا ہو

اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ

حق کی طرف؟ کہہ دیجیے! اللہ ہی ہدایت دیتا ہے واسطے حق کے، کیا پس جو ہدایت دیتا ہے حق کی طرف زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ اسکا اتباع کیا جائے

اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ

یا وہ جو نہیں ہے خود ہدایت یافتہ مگر یہ کہ وہ ہدایت دیا جائے (حق کی)؟ پس کیا ہے تمہیں؟ کیسے فیصلہ کرتے ہو تم؟○ اور نہیں اتباع کرتے

اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ

اکثر ان کے مگر ظن کی، بلاشبہ ظن (گمان) تو نہیں فائدہ دیتا حق سے کچھ بھی،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے اس چیز کو جو وہ کر رہے ہیں○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے معبودان باطل کی بے بسی اور ان کے ان صفات سے محروم ہونے کا' جو معبود

گردانے جانے کی موجب ہیں' ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ﴾ ''کہہ دیجئے! کیا ہے تمہارے شریکوں میں جو پیدا کرے مخلوق کو' یعنی پہلی مرتبہ اسے بنائے؟ ﴿ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ﴾ ' پھر اسے دوبارہ زندہ کرے'' یہ استفہام بمعنی نفی اور اثبات کے ہے' یعنی مخلوق میں سے کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو مخلوق کی تخلیق کی ابتدا اور پھر اس کا اعادہ کر سکتی ہو' وہ ایسا کرنے سے یکسر عاجز اور کمزور ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ﴾ ''کہہ دیجیے! کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے' پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی بغیر کسی شریک کی شراکت اور بغیر کسی معاون کی مدد کے تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرتا ہے ﴿فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ﴾ ''پس کہاں پھرے جاتے ہو تم؟'' یعنی پھر اس ہستی کی عبادت سے منحرف ہو کر جو مخلوق کی ابتدا کرنے اور پھر اس کا اعادہ کرنے میں متفرد ہے' ایسی ہستیوں کی عبادت کر رہے ہو جو کچھ تخلیق کرنے سے قاصر' بلکہ خود مخلوق ہیں۔

﴿قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّهۡدِيۡۤ اِلَى الۡحَقِّ﴾ ''کہہ دیجئے! کیا ہے تمہارے شریکوں میں سے جو حق کی طرف رہنمائی کرے'' یعنی اپنے بیان اور راہ نمائی یا اپنے الہام اور توفیق کے ذریعے سے' حق کی طرف راہ نمائی کر سکتا ہو۔ ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ ''کہہ دیجیے اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ اکیلا ﴿يَهۡدِيۡ لِلۡحَقِّ﴾ ''رہنمائی کرتا ہے حق کی طرف'' دلائل و براہین اور الہام و توفیق کے ذریعے سے حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور راست ترین راستے پر گامزن ہونے میں مدد دیتا ہے۔ ﴿اَفَمَنۡ يَّهۡدِيۡۤ اِلَى الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّيۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى﴾ ''کیا پس جو شخص راہ بتائے صحیح' اس کی بات ماننی چاہیے' یا اس کی جو آپ راہ نہ پائے' مگر یہ کہ اس کو راہ بتلائی جائے۔'' یعنی اپنے عدم علم اور گمراہی کے سبب سے اور اس سے مراد ان کے گھڑے ہوئے شریک ہیں جو کسی کو ہدایت دے سکتے ہیں نہ خود ہدایت یافتہ ہیں' سوائے اس کے کہ خود ان کی راہ نمائی کی جائے۔ ﴿فَمَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ﴾ ''تو تم کو کیا ہوا ہے کیسا فیصلہ کرتے ہو۔'' یعنی کس چیز نے تمہیں اس پر آمادہ کیا ہے کہ تم یہ باطل فیصلہ کرتے ہو اور اس حقیقت پر دلیل و برہان کے ظاہر ہونے کے بعد کہ اللہ واحد کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کی صحت کا حکم لگاتے ہو۔

جب یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ ان کے معبودان باطل میں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں' وہ معنوی اور فعلی اوصاف موجود نہیں جو اس بات کا تقاضا کرتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی جائے' بلکہ اس کے برعکس یہ معبودان باطل نقائص سے متصف ہیں جو ان کی الوہیت کے بطلان کا موجب ہیں' تب وہ کون سی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہیں بھی معبود قرار دیتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے لئے اس کو خوش نما بنا دینا شیطان کا کام ہے' یہ قبیح ترین بہتان اور سب سے بڑی گمراہی ہے' لیکن یہی اس کا دل پسند اعتقاد بن گیا ہے اور وہ اسی کو حق

سمجھتا ہے حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ﴾ ’’اور نہیں پیروی کرتے ان کے اکثر لوگ‘‘ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنے گھڑے ہوئے شریکوں کو پکارتے ہیں ﴿اِلَّا ظَنًّا﴾ ’’مگر گمان کی۔‘‘ یعنی وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے شریکوں کو نہیں پکارتے‘ کیونکہ اصل میں عقلاً ونقلاً اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں‘ یہ لوگ محض اپنے ظن اور گمان کی پیروی کرتے ہیں ﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا﴾ ’’اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا‘‘ پس انہوں نے ان کو معبود کے نام سے موسوم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی عبادت بھی کرنے لگے ﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَاۗءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ (النجم: ۲۳/۵۳) ’’وہ تو صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباواجداد نے گھڑ لئے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی‘‘۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ’’بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ ان کے افعال کو خوب جانتا ہے اور وہ ان افعال پر انہیں سخت سزا دے گا۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ

اور نہیں ہے یہ قرآن کہ گھڑ لیا گیا ہو غیر اللہ کی طرف سے، لیکن (یہ تو) تصدیق کرنے والا ہے ان (کتب) کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۣ ﴿۳۷﴾

اس سے پہلے ہوئیں اور تفصیل بیان کرنے والا ہے تمام کتابوں کی، نہیں ہے کوئی شک اس میں، رب العالمین کی طرف سے ہے ○

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کیا وہ (کافر) کہتے ہیں کہ اس (رسول) نے گھڑا ہے اسے؟ کہہ دیجیے! پس لے آؤ تم ایک ہی سورت اس جیسی اور بلا لو جنھیں (بلانے کی) استطاعت رکھتے ہو تم

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا

سوائے اللہ کے، اگر ہو تم سچے ○ بلکہ انہوں نے جھٹلایا ایسی چیز کو کہ نہیں طاقت رکھی اس کو جاننے کی اور ابھی تک

يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

نہیں آئی تھی ان کے پاس حقیقت اس کی، اسی طرح جھٹلایا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، پھر دیکھیے کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ

انجام ظالموں کا؟ ○ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے، اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو نہیں ایمان لاتے ساتھ اس کے،

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ ع ۴ ۱۰

اور آپ کا رب خوب جانتا ہے فساد کرنے والوں کو ○ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیجیے! میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل،

اَنْتُمْ بَرِيْۗـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

تم بری ہو اس سے جو میں عمل کرتا ہوں اور میں بری ہوں اس سے جو تم عمل کرتے ہو ○

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ’’اور نہیں ہے یہ قرآن کہ اسے گھڑ لیا جائے اللہ کے ورے ورے ہی‘‘ یعنی یہ غیر ممکن اور غیر متصور ہے کہ اس قرآن کو اللہ تعالیٰ پر گھڑ لیا گیا ہو کیونکہ یہ عظیم کتاب ہے۔ جس کے بارے میں فرمایا: ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ (حم السجدة:٤١/ ٤٢) ’’باطل کا دخل اس میں آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے‘ یہ دانا اور قابل ستائش ہستی کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے‘‘۔ یہ ایسی کتاب ہے ﴿لَىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل:١٧/ ٨٨) ’’اگر تمام انسان اور جن اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ وہ اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنا کر لائیں تو اس جیسی کوئی کتاب نہ لا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں‘‘۔

یہ وہ کتاب ہے جس کے ذریعے سے جہانوں کے پروردگار نے بندوں کے ساتھ کلام کیا‘ تب مخلوق میں سے کوئی ہستی اس جیسے کلام یا اس کے قریب قریب کلام پر کیوں کر قادر ہو سکتی ہے۔ حالانکہ کلام متکلم کی عظمت اور اس کے اوصاف کے تابع ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہستی اپنی عظمت اور اپنے اوصاف کمال میں اللہ تعالیٰ جیسی ہو سکتی ہے‘ تو اس کے لیے یہ بھی ممکن ہے کہ اس قرآن جیسی کتاب بنا لائے۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ کسی نے اللہ تعالیٰ پر کتاب گھڑ لی ہے‘ تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور فوری سزا دیتا۔ ﴿وَلٰكِنْ﴾ مگر اللہ تعالیٰ نے کائنات پر بے پایاں رحمت اور تمام بندوں پر حجت کے طور پر اس کتاب کو نازل فرمایا ﴿تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ’’تصدیق کرتی ہے پہلے کلام کی‘‘ یعنی آسمانی کتابیں جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں ان کی تصدیق ہے‘ یہ کتاب ان کی موافقت اور ان کی شہادت کی بنا پر ان کی تصدیق کرتی ہے‘ ان کتابوں نے اس کے نازل ہونے کی خوشخبری سنائی تھی اور پھر اسی طرح ہوا جس طرح ان کتب الٰہیہ نے خبر دی تھی۔ ﴿وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ﴾ ’’اور کتاب کی تفصیل ہے۔‘‘ یعنی اس میں حلال و حرام‘ احکام دینیہ‘ احکام قدریہ اور اخبار صادقہ کی تفصیل ہے۔ ﴿لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ’’اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔‘‘ یعنی کسی بھی پہلو سے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں‘ بلکہ یہ یقینی حق ہے اور جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ جس نے اپنی نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوق کی پرورش اور اس کی تربیت کی۔ سب سے بڑی تربیت کی قسم یہ ہے کہ اس نے ان پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کے دینی اور دنیاوی مصالح پر مبنی اور مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق پر مشتمل ہے۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ﴾ ’’کیا یہ کہتے ہیں؟‘‘ یعنی اس کتاب کی تکذیب کرنے والے عناد اور تعدی کی بنا پر کہتے ہیں: ﴿افْتَرٰىهُ﴾ ’’اس نے خود اسے بنا لیا ہے‘‘ یعنی محمد ﷺ نے اس کو تصنیف کیا ہے۔ ﴿قُلْ﴾ ’’کہہ دیجیے‘‘ یعنی ان پر اس کو لازم کرتے ہوئے کہ وہ جس کا دعویٰ کرتے ہیں اگر اس پر قدرت رکھتے ہیں تو وہ (اس جیسی کتاب)

لے آئیں ورنہ ان کی بات باطل ہے۔ ﴿وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور بلا لو جس کو تم بلا سکو اللہ کے سوا' اگر تم سچے ہو' یعنی جو اس جیسی سورت بنا لانے میں تمہاری مدد کرے اور یہ محال ہے اگر ایسا کرنا ممکن ہوتا تو ضرور اس پر قدرت رکھنے کا دعویٰ کرتے اور اس جیسی کتاب لا دکھاتے۔ مگر چونکہ ان کی بے بسی ظاہر ہو گئی ہے اس لئے ان کا قول باطل ہو گیا جو کہ دلیل سے محروم ہے۔

وہ چیز جس نے ان کو قرآن' جو حق پر مشتمل ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی حق نہیں' کی تکذیب پر آمادہ کیا ہے' وہ یہ ہے کہ وہ اس کا علم نہیں رکھتے۔ اگر وہ اس کا علم رکھتے ہوتے اور اگر انہوں نے اس کو سمجھ لیا ہوتا جیسا کہ سمجھنے کا حق ہے' تو وہ ضرور اس کی حقانیت کی تصدیق کرتے۔ اسی طرح اب تک ان کے پاس ان کے ساتھ کئے ہوئے اس وعدے کی حقیقت' کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرے گا اور ان کو سزا دے گا' نہیں آئی۔ اور یہ تکذیب جو ان کی طرف سے صادر ہوئی ہے ان سے پہلے لوگوں کی طرف سے صادر ہونے والی تکذیب کی جنس سے ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے' پس دیکھو' کیسا ہوا انجام ظالموں کا'' اس سے مراد وہ عذاب ہے جس نے ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا' لہٰذا ان لوگوں کو تکذیب پر جمے رہنے سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ کہیں ان پر بھی وہ عذاب نازل ہو جائے جو انبیاء و رسل کو جھٹلانے والی اور ہلاک ہونے والی قوموں پر نازل ہوا۔ یہ آیت کریمہ تمام امور میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس سے یہ راہ نمائی بھی حاصل ہوتی ہے کہ انسان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں پوری حقیقت حال معلوم کئے بغیر اسے قبول یا رد کر دے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ﴾ ''اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے'' یعنی قرآن کریم اور اس کی لائی ہوئی تعلیم پر ایمان رکھتے ہیں ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور بعض وہ ہیں جو اس کے ساتھ ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب شرارت کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔'' یہاں مفسدین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے ظلم' عناد اور فساد کی بنا پر قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فساد کی پاداش میں انہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ﴾ ''اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں'' تو آپ ان کو اپنی دعوت پہنچاتے رہئے' ان کے حساب میں سے کچھ بھی آپ کے ذمے نہیں اور نہ آپ کا حساب ان کے ذمے ہے' ہر شخص کا عمل اسی کے لیے ہے۔ فرمایا: ﴿فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیجئے! میرے واسطے میرا عمل ہے اور تمہارے واسطے تمہارا عمل' تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عملوں سے بری ہوں'' یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی نظیر ہے۔ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ

اَسَآءَ فَعَلَیْہَا﴾ (حٰمٓ السجدۃ: ٤١/ ٤٦) ”جو کوئی نیک کام کرتا ہے تو اپنے لئے‘ جو کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی پر ہے“۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگاتے ہیں آپ کی طرف، کیا پس آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو اگرچہ ہوں وہ نہ

يَعْقِلُوْنَ ٤٢ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ

عقل رکھتے؟○ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو دیکھتے ہیں آپ کی طرف، کیا پس آپ راہ دکھا سکتے ہیں اندھوں کو اگرچہ

كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ٤٣ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـــًٔا

ہوں وہ نہ دیکھتے؟ ○ بلاشبہ اللہ نہیں ظلم کرتا لوگوں پر کچھ بھی،

وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ٤٤

لیکن لوگ اپنے آپ پر (خود ہی) ظلم کرتے ہیں○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جنہوں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی تکذیب کی‘ چنانچہ فرمایا: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ﴾ ”اور ان میں سے بعض کان لگاتے ہیں آپ کی طرف“ یعنی وحی کی قراءت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غور سے سنتے ہیں‘ رشد و ہدایت کے حصول کی خاطر نہیں‘ بلکہ تکذیب اور کمزوریاں تلاش کرنے کے لیے سنتے ہیں اور اس طرح کا سننا کوئی فائدہ نہیں دیتا اور سننے والے کو کوئی بھلائی عطا نہیں کرتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان پر توفیق کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ سننے کے فائدے سے محروم ہو گئے۔ بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ”کیا آپ بہروں کو سنائیں گے‘ اگرچہ وہ سمجھ نہ رکھتے ہوں“ یہ استفہام بمعنی نفی متقرر (استفہام انکاری) ہے‘ یعنی آپ بہروں کو نہیں سنا سکتے جو بات کو غور سے نہیں سنتے خواہ آپ بآواز بلند کیوں نہ سنوائیں خاص طور پر جب کہ وہ عقل سے محروم ہوں۔ جب بہرے کو سنوانا محال ہے جو کلام کو سمجھنے سے قاصر ہے‘ تب یہ تکذیب کرنے والے بھی اسی طرح سننے سے قاصر ہیں آپ ان کو بھی نہیں سنوا سکتے جس سے یہ نفع اٹھا سکیں۔ رہا سماع حجت‘ تو انہوں نے اتنا ضرور سن لیا جس سے ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ قائم ہو۔ سماعت حصول علم کے راستوں میں سے ایک بہت بڑا راستہ ہے جو ان پر مسدود ہو چکا ہے اور یہ بھلائی سے متعلق مسموعات ہیں۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرے راستے کے مسدود ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہے نظر کا راستہ‘ چنانچہ فرمایا ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ﴾ ”اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔“ اور ان کا آپ کی طرف دیکھنا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا اور نہ آپ کو کوئی راحت دے سکتا ہے۔ پس جس طرح آپ اندھوں کو راہ

نہیں دکھا سکتے جو بصارت سے محروم ہیں اسی طرح آپ بہروں کی بھی راہ نمائی نہیں کر سکتے۔ جب ان کی عقل، سماعت اور بصارت، جو حصول علم اور معرفت حقائق کا ذریعہ ہیں، خرابی کا شکار ہو جائیں تب ان کے لئے حق تک پہنچنے کا کون سا راستہ ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد: ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ﴾ دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے احوال، آپ کے طریقوں، آپ کے اخلاق اور آپ کے اعمال کو دیکھنا آپ اور آپ کی دعوت کی صداقت پر دلیل مہیا کرتا ہے اور یہ نظر، صاحب بصیرت کو دیگر دلائل سے مستغنی کر دیتی ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا ﴾ ''اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا'' پس وہ لوگوں کی برائیوں کو بڑھاتا ہے، نہ نیکیوں میں کمی کرتا ہے۔ ﴿ وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ ''لیکن لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔'' ان کے پاس حق آتا ہے مگر یہ اسے قبول نہیں کرتے ہیں، تب اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر ان کے دلوں، ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ
اور جس دن وہ انہیں اکٹھا کرے گا تو (انہیں یوں محسوس ہوگا) گویا کہ نہ رہے تھے وہ (دنیا میں) مگر ایک گھڑی دن سے، وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے
بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۴۵
آپس میں، تحقیق خسارا پایا ان لوگوں نے جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی ملاقات کو، اور نہ تھے وہ ہدایت پر چلنے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ دنیا نہایت سرعت سے ختم ہو جانے والی ہے اور اللہ تعالیٰ جس روز تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں، تو ان کو یوں لگے گا گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی ٹھہرے ہیں اور ان پر کسی نعمت یا تکلیف کے دن نہیں گزرے۔ وہ ایک دوسرے سے اس طرح متعارف ہوں گے جس طرح وہ دنیا میں متعارف تھے۔ اس روز متقی لوگ فائدے میں رہیں گے اور وہ لوگ نقصان اٹھائیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا، وہ راہ راست پر گامزن ہوئے نہ دین قویم پر چلے، کیونکہ وہ نعمتوں سے محروم ہوں گے اور جہنم کے مستحق ہوں گے۔

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ
اور اگر ہم دکھا دیں آپکو بعض وہ (عذاب) کہ وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے، یا ہم وفات دے دیں آپکو تو ہماری طرف ہی واپسی ہے انکی،
ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ۴۶
پھر اللہ گواہ ہے اوپر ان کاموں کے جو وہ کرتے ہیں ○

اے رسول! ان جھٹلانے والوں کے بارے میں غمزدہ نہ ہوں اور نہ ان کے بارے میں عجلت سے کام لیں، کیونکہ وہ عذاب ان پر ضرور نازل ہوگا جس کا ہم ان کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں، یا تو یہ عذاب دنیا میں نازل ہوگا اور

آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور آپ کا دل ٹھنڈا ہو گا یا ان کے مرنے کے بعد انہیں آخرت میں اس عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، انہیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آگاہ فرمائے گا اس نے ان کے اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے جبکہ انہوں نے فراموش کر دیا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں کفار کے لیے سخت وعید ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی ہے جن کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور ان سے عناد رکھا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ
اور واسطے ہر امت کے ایک رسول ہے، پس جب آ گیا ان کا رسول تو فیصلہ کر دیا گیا درمیان ان کے ساتھ انصاف کے، اور وہ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ
نہیں ظلم کیے جاتے ○ اور وہ (کافر) کہتے ہیں کب (پورا) ہو گا یہ وعدہ (عذاب کا) اگر ہو تم سچے؟ ○ کہہ دیجیے!
لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ
نہیں اختیار رکھتا میں واسطے اپنے نفس کے کسی نقصان کا اور نہ کسی نفع کا، مگر جو چاہے اللہ، واسطے ہر امت کے ایک میعاد ہے،
اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾
جب آ جاتی ہے میعاد ان کی تو نہ وہ پیچھے رہ سکتے ہیں (اس سے) ایک گھڑی اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں ○

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ﴾ ”ہر امت کے لیے“ یعنی گزشتہ امتوں میں سے ہر امت کے لیے ﴿رَّسُوْلٌ﴾ ایک رسول مبعوث کیا گیا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے دین کی دعوت دیتا تھا۔ ﴿فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ﴾ ”پس جب ان کا رسول آتا۔“ یعنی ان کے پاس آیات الٰہی لے کر آتا تو ان میں سے کچھ لوگ اس کی تصدیق کرتے اور دوسرے اس کو جھٹلاتے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرماتا، اہل ایمان کو نجات دیتا اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیتا۔ ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ”اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا“ یعنی رسول بھیجنے اور حجت قائم کرنے سے پہلے یا کسی جرم کے بغیر ان کو عذاب نہیں دیا گیا، اس لئے آپ کو جھٹلانے والے گزشتہ زمانوں میں ہلاک کی گئی قوموں کی مشابہت سے بچیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان قوموں پر نازل ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں یہ نہ سمجھیں کہ وہ دیر سے آئے گا اور پھر وہ یہ کہتے پھریں ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”کب ہے یہ وعدہ، اگر تم سچے ہو“ یہ ان کی طرف سے سخت ظلم کا رویہ ہے کہ وہ نبی ﷺ سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ آپ کی ذمہ داری تو صرف پہنچا دینا اور لوگوں کے سامنے بیان کر دینا ہے۔

رہا ان کا حساب وکتاب اور ان پر عذاب کا نازل کرنا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب اس کی مدت

معینہ اور حکمت الہیہ کے مطابق ان کا وقت مقررہ آن پہنچے گا' تو ان کے ساتھ ایک گھڑی کی تاخیر کی جائے گی نہ تقدیم۔ اس لئے اس کی تکذیب کرنے والے جلدی مچانے سے بچیں' کیونکہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عذاب جب نازل ہوتا ہے تو مجرموں کی قوم پر نازل ہونے سے اسے روکا نہیں جا سکتا۔ بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ

کہہ دیجیے! بھلا بتلاؤ تم! اگر آجائے تم پر عذاب اسکا رات کو یا دن کو (تو کیا برداشت کر لو گے؟ پھر) کیا وہ چیز ہے کہ جلدی طلب کر رہے ہیں اس (عذاب) کو

الْمُجْرِمُوْنَ ۝۵۰ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ

مجرم؟ ○ کیا پھر جب واقع ہو جائے گا (عذاب تب) ایمان لاؤ گے تم اس پر؟ (اس وقت کہا جائے گا) کیا اب (ایمان لاتے ہو)؟ حالانکہ تھے تم اسکو

تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۵۱ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ

جلدی طلب کرتے ○ پھر کہا جائے گا واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے ظلم کیا، چکھو تم عذاب ہمیشگی کا،

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۵۲

نہیں بدلہ دیے جاؤ گے تم مگر ساتھ اس کے کہ تھے تم کماتے ○

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا﴾ ''کہہ دیجیے! بتلاؤ' اگر تمہارے پاس اس کا عذاب آ جائے راتوں رات۔'' یعنی رات کے وقت سوتے میں۔ ﴿اَوْ نَهَارًا﴾ 'یا دن کو' یعنی تمہاری غفلت کے وقت ﴿مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''تو وہ کیا چیز ہے جس کے لیے مجرمین جلدی کا مطالبہ کر رہے ہیں؟'' یعنی وہ کون سی بشارت ہے' جس کے لیے یہ جلدی مچا رہے ہیں اور کون سا عذاب ہے' جس کی طرف یہ تیزی سے بڑھ رہے ہیں؟

﴿اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ﴾ ''کیا پھر جب وہ عذاب واقع ہو چکے گا' تب اس پر تم ایمان لاؤ گے؟'' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو گا تو اس وقت ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے گا اور اس حال میں جب کہ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں' عتاب اور زجر و توبیخ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿آٰلْـٰٔنَ﴾ ''اب'' یعنی اب تم اس شدت اور سخت مشقت کی حالت میں ایمان لاتے ہو؟ ﴿وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''تم تو اس عذاب کے لیے بہت جلدی مچایا کرتے تھے۔'' اپنے بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وقوع عذاب سے قبل اگر وہ اسے منانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ان سے اپنی ناراضی کو دور کر دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا عذاب واقع ہو جاتا ہے' تو کسی نفس کو اس کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیتا' جیسا کہ فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ ڈوبنے لگا' تو اس نے کہا: ﴿اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (یونس: ۹۰/۱۰) ''میں ایمان لایا کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں

جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دینے والوں میں سے ہوں۔“ تو اس کو جواب دیا گیا: ﴿ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (یونس: ۱۰/۹۱) ”اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا ہے اور فساد کرنے والوں میں سے تھا۔“ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ﴾ (المومن: ۴۰/۸۵) ”پس جب وہ ہمارا عذاب دیکھ لیں گے تو اس وقت ان کا ایمان لانا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ یہ سنت الٰہی ہے جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آ رہی ہے۔“

اور یہاں فرمایا: ﴿ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ آٰلْـٰٔنَ ﴾ ”کیا جب وہ واقع ہو گا تب اس پر ایمان لاؤ گے؟ (تو کہا جائے گا) اب تم“ (ایمان کا دعویٰ کرتے ہو؟) ﴿ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ ”اسی کے لیے تو تم جلدی مچایا کرتے تھے۔“ یہ ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائی اور یہ ہے وہ، جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ ﴿ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾ ”پھر ظالم لوگوں سے کہا جائے گا“ جب قیامت کے روز ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ﴿ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ﴾ ”چکھو عذاب ہمیشگی کا“ یعنی وہ عذاب جس میں تم ہمیشہ رہو گے، یہ عذاب تم سے ایک گھڑی کے لیے دور نہ ہو گا ﴿ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ ”اسی چیز کا بدلہ تمہیں دیا جا رہا ہے جو تم کماتے تھے“ یعنی کفر، تکذیب رسالت اور معاصی کی تمہیں جزا دی جا رہی ہے۔

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڤ وَمَآ اَنْتُمْ
اور وہ خبر دریافت کرتے ہیں آپ سے، کیا حق ہے وہ (عذاب)؟ آپ کہہ دیجیے! ہاں، قسم ہے میرے رب کی! بلاشبہ وہ یقیناً حق ہے، اور نہیں تم
بِمُعْجِزِيْنَ ع ۝۵۳ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ ۱۰ ع ۵
عاجز کر سکتے (اللہ کو) ○ اور اگر بیشک ہو واسطے ہر نفس کے جس نے ظلم کیا، جو کچھ ہے زمین میں (سارا) تو ضرور فدیہ دے دے گا وہ ساتھ اس کے،
وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ
اور چھپائیں گے وہ (مجرم) ندامت کو جب دیکھیں گے عذاب، اور فیصلہ کیا جائے گا درمیان ان کے ساتھ انصاف کے، اور وہ
لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۵۴ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
نہیں ظلم کیے جائیں گے ○ آگاہ رہو! بے شک واسطے اللہ ہی کے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، خبردار! بلاشبہ وعدہ اللہ کا حق ہے،
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۵ هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۵۶
لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے ○ وہی زندہ کرتا ہے اور (وہی) مارتا ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ ﴾ ”اور آپ سے دریافت کرتے ہیں۔“ یہ مکذبین تحقیق وتبیین اور طلب ہدایت کے لیے نہیں، بلکہ عناد اور نکتہ چینی کے قصد سے آپ سے پوچھتے ہیں ﴿ اَحَقٌّ

﴿هُوَ﴾ ”کیا آیا یہ سچ ہے؟“ یعنی کیا یہ بات صحیح ہے کہ انسانوں کے مرنے کے بعد قیامت کے روز انہیں دوبارہ زندہ کر کے جمع کیا جائے گا۔ پھر ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اچھے اعمال کا بدلہ اچھا ہوگا اور برے اعمال کا بدلہ برا ہوگا۔ ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے!“ اس کی صحت پر قسم اٹھا کر اور واضح دلیل کے ذریعے سے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہہ دیجئے! ﴿اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ﴾ ”قسم ہے میرے رب کی یہ یقیناً حق ہے“ یعنی اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ﴾ ”اور تم عاجز نہ کر سکو گے۔“ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو دوبارہ اٹھانے سے عاجز اور بے بس نہیں کر سکتے۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں تمہیں پیدا کیا ہے جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے اسی طرح وہ دوبارہ تمہیں پیدا کر سکتا ہے‘ تاکہ وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے۔

﴿وَ﴾ ”اور“ جب قیامت برپا ہوگی ﴿لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ﴾ اگر ہو ہر گناہ گار کے پاس جس نے کفر و معاصی کے ذریعے سے ظلم کیا ﴿مَا فِی الْاَرْضِ﴾ ”جو کچھ زمین میں ہے“ یعنی زمین میں جو سونا چاندی وغیرہ ہے‘ تو وہ سب کا سب اپنے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے فدیہ میں دے دے۔ ﴿لَافْتَدَتْ بِهٖ﴾ ”تو وہ ضرور فدیے میں دے دے۔“ مگر یہ فدیہ دینا اس کے کسی کام نہ آئے گا‘ کیونکہ نفع و نقصان اور ثواب و عذاب تو نیک اور برے اعمال پر منحصر ہے۔ ﴿وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ”اور چھپے چھپے پچھتائیں گے وہ جب دیکھیں گے عذاب“ یعنی وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا دل ہی دل میں اپنے اعمال پر پچھتائیں گے مگر اب رہائی کا کوئی وقت نہیں ہوگا۔ ﴿وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾ ”اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔“ یعنی کامل انصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔ جس میں کسی پہلو سے بھی ظلم و جور نہیں ہوگا۔

﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”خبردار! اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے“ وہ ان کے درمیان حکم دینی اور حکم قدری کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور قیامت کے روز وہ حکم جزائی کے مطابق فیصلہ کرے گا‘ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ”خبردار‘ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے‘ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اسی لئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے تیاری نہیں کرتے‘ بلکہ بسا اوقات وہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی نہیں رکھتے‘ حالانکہ نہایت تواتر کے ساتھ قطعی دلائل اور عقلی اور نقلی براہین اس ملاقات پر دلالت کرتے ہیں۔ ﴿هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ﴾ ”وہی جان بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔“ یعنی وہ زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے اور وہ ہر قسم کی تدبیر کرتا ہے اور تدبیر کائنات میں اس کا کوئی شریک نہیں ﴿وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ”اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“ قیامت کے روز‘ پس وہ تمہیں تمہارے اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ

اے لوگو! تحقیق آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور شفا واسطے ان (بیماریوں) کے جو سینوں میں ہیں،

وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ

اور ہدایت اور رحمت واسطے مومنوں کے ○ کہہ دیجیے! ساتھ اللہ کے فضل اور ساتھ اس کی رحمت کے، تو ساتھ اس کے

فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

پس چاہیے کہ وہ (لوگ) خوش ہوں، وہ (اللہ کا فضل) بہت بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ کتاب کریم کے اوصاف حسنہ، جو بندوں کے لیے ضروری ہیں، بیان کر کے اس کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی'' یعنی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے اور وہ تمہیں ان اعمال سے ڈراتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے موجب اور اس کے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں۔ وہ ان اعمال کے اثرات اور مفاسد بیان کر کے تمہیں ان سے بچاتا ہے۔

﴿وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''اور شفا دلوں کے روگ کی'' اور وہ یہی قرآن ہے جو امراض قلب، مثلاً امراض شہوات، جو شریعت کی اطاعت سے روکتے ہیں اور امراض شبہات، جو علم یقینی میں قادح ہیں...... کے لیے شفا ہے۔ اس کتاب کریم کے اندر مواعظ، ترغیب و ترہیب اور وعد و وعید کے جو مضامین ہیں وہ بندے کے لیے رغبت و رہبت کے موجب ہیں۔ جب آپ اس کتاب کریم میں بھلائی کی طرف رغبت، برائی سے ڈر اور قرآن کے معانی میں بتکرار ایسا اسلوب پاتے ہیں، تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مراد کو نفس کی مراد پر مقدم رکھنے کی موجب بنتی ہے اور بندۂ مومن کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضا شہوت نفس سے زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔

اسی طرح اس کے اندر جو دلائل و براہین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے ذکر کیا ہے اور انہیں بہترین اسلوب میں بیان کیا ہے جو ایسے شبہات کو زائل کر دیتا ہے جو حق میں قادح ہیں اور اس کے ذریعے سے قلب یقین کے بلند ترین مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور جب قلب اپنی بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے اور وہ لباس عافیت کو زیب تن کر لیتا ہے، تو جوارح اس کی پیروی کرتے ہیں اس لئے کہ جوارح، دل کی درستی سے درست رہتے ہیں اگر دل فاسد ہو جاتا ہے تو جوارح بھی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

﴿وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔'' پس ہدایت حق کے علم اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔ اور ''رحمت'' سے مراد وہ بھلائی، احسان اور دنیاوی و اخروی ثواب ہے جو ہدایت یافتہ انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ تب معلوم ہوا کہ ہدایت جلیل ترین وسیلہ اور رحمت کامل ترین مقصود و مطلوب ہے۔ اس

کی طرف صرف اہل ایمان ہی کو راہ نمائی عطا ہوتی ہے اور اہل ایمان ہی رحمت سے نوازے جاتے ہیں۔ جب بندۂ مومن کو ہدایت حاصل ہوتی ہے اور اسے ہدایت سے جنم لینے والی رحمت سے نواز دیا جاتا ہے تو وہ سعادت، فلاح، نفع، کامیابی، فرحت اور سرور کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خوش ہونے کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ﴾ ''کہہ دیجیے! اللہ کے فضل کے ساتھ'' فضل سے مراد قرآن ہے جو سب سے بڑی نعمت، احسان اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ ﴿وَبِرَحۡمَتِهٖ﴾ ''اور اس کی مہربانی کے ساتھ'' یعنی دین، ایمان، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی محبت اور اس کی معرفت۔

﴿فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ﴾ ''پس اسی پر انہیں خوش ہونا چاہیے، یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔'' یعنی دنیا کی متاع اور اس کی لذات سے بہتر ہے۔ دین کی نعمت، جس سے دنیا و آخرت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ دنیا کے تمام مال و متاع کا اس سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ دنیا کا مال و متاع تو عنقریب مضمحل ہو کر زائل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت پر خوش ہونے کا صرف اس لئے حکم دیا ہے کہ یہ نفس کے انبساط، نشاط، اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے شکر، اس کی قوت، علم و ایمان میں شدید رغبت کا موجب اور علم و ایمان میں ازدیاد کا داعی ہے۔ یہ فرحت اور خوشی محمود ہے۔ اس کے برعکس دنیا کی شہوات و لذات اور باطل پر خوش ہونا مذموم ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون کے بارے میں اس کی قوم کا قول نقل فرمایا ہے: ﴿لَا تَفۡرَحۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡفَرِحِيۡنَ﴾ (القصص: ۲۸/۷۶) ''خوشی میں اتراؤ مت! اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو اپنے اس باطل پر اتراتے تھے جو انبیاء و رسل کی لائی ہوئی وحی کے متناقض تھا۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ﴾ (المومن: ۴۰/۸۳) ''جب ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے، تو (بزعم خود) جو علم ان کے پاس تھا اس کی بنا پر اترانے لگے۔''

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ

کہہ دیجیے! بھلا بتلاؤ تو! جو نازل کیا ہے اللہ نے واسطے تمہارے رزق، پس بنایا تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال،

قُلۡ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمۡ اَمۡ عَلَى اللّٰهِ تَفۡتَرُوۡنَ ۵۹ وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى

کہہ دیجیے! کیا اللہ نے حکم دیا ہے واسطے تمہارے یا اوپر اللہ کے افترا باندھتے ہو تم؟ ○ اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو باندھتے ہیں اوپر

اللّٰهِ الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ

اللہ کے جھوٹ، روز قیامت کے بارے میں؟ بلاشبہ اللہ یقیناً بڑے فضل والا ہے اوپر لوگوں کے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

لیکن اکثر ان کے نہیں شکر کرتے ○

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے کے لیے تحریم و تحلیل کے جو ضابطے ایجاد کیے تھے' ان پر نکیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ﴾ ''کہہ دیجیے' بھلا بتلاؤ! اللہ نے تمہارے لیے جو روزی اتاری'' یعنی حلال جانوروں کی مختلف اقسام جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ذریعہ رزق اور رحمت بنایا ہے۔ ﴿فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا﴾ ''پس ٹھہرایا تم نے اس میں سے کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال'' یعنی اس فاسد قول پر ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے ان سے کہہ دیجیے: ﴿آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ ''کیا اللہ نے تم کو حکم دیا یا اللہ پر تم جھوٹ باندھتے ہو؟'' اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات کا ہرگز حکم نہیں دیا پس ثابت ہوا کہ یہ لوگ افتراء پرداز ہیں۔

﴿وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور کیا خیال ہے اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کا قیامت کے دن'' یہ کہ ان کو سزا دے گا اور ان پر عذاب نازل کرے گا' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ﴾ (الزمر: ۶۰/۳۹) ''اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا' آپ قیامت کے روز دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہو رہے ہوں گے۔'' ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ ''بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت زیادہ فضل و احسان کرنے والا ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔'' یا تو اس کی صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرتے یا وہ ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں استعمال کرتے ہیں یا ان میں سے بعض نعمتوں کو حرام ٹھہرا کر ان کو ٹھکرا دیتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ ان میں سے بہت کم لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور پھر اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کھانے والی تمام اشیاء میں اصل حلت ہے جب تک کہ اس کی حرمت پر شرعی حکم وارد نہ ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر نکیر فرمائی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس رزق کو حرام قرار دے دیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے نازل کیا۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ

اور نہیں ہوتے آپ کسی حالت میں اور نہیں تلاوت کرتے آپ اسکی طرف سے (نازل شدہ) قرآن کا کچھ حصہ اور نہیں عمل کرتے تم لوگ

مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ

کوئی عمل، مگر ہوتے ہیں ہم اوپر تمہارے شاہد جب شروع ہوتے ہو تم اس (کام) میں، اور نہیں پوشیدہ ہوتی

عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ

آپ کے رب سے (کوئی بھی چیز) ذرہ برابر زمین میں اور نہ آسمان میں، اور نہ (کوئی چیز) چھوٹی

مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾

اس سے اور نہ بڑی، مگر (وہ ہے) کتاب واضح میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عمومی مشاہدہ کے بارے میں خبر دیتا ہے نیز وہ فرماتا ہے کہ وہ بندوں کے تمام احوال اوران کی حرکات وسکنات سے آگاہ ہے اوراس ضمن میں اللہ تعالیٰ انہیں دائمی مراقبہ کی دعوت دیتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ﴾ ''اور تم جس حال میں ہوتے ہو'' یعنی آپ اپنے دینی اور دنیاوی احوال میں سے جس حال میں بھی ہوتے ہیں۔ ﴿وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ﴾ ''یا قرآن میں کچھ پڑھتے ہو'' یعنی آپ قرآن میں سے جو کچھ تلاوت کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کیا ﴿وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ﴾ ''اور جو بھی عمل آپ کرتے ہیں'' یعنی کوئی چھوٹا یا بڑا عمل۔ ﴿اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ﴾ ''مگر ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم مصروف ہوتے ہو اس میں'' یعنی تمہارے کام شروع کرنے اور اس کام میں تمہارے استمرار کے وقت' لہٰذا اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کو مدنظر رکھو اور تمام اعمال کو خیر خواہی اور خوب کوشش سے بجالاؤ۔ جو امور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان سے بچو' کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام باطنی اور ظاہری امور سے آگاہ ہے۔

﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور نہیں غائب رہتا آپ کے رب سے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے علم' اس کے سمع و بصر اور اس کے مشاہدہ سے باہر نہیں۔ ﴿مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''ایک ذرہ بھر زمین میں نہ آسمان میں اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا' مگر وہ کھلی ہوئی کتاب میں ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ذریعے سے اس کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس پر اس کا قلم جاری ہو چکا ہے۔ یہ دونوں مراتب اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے مراتب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اکثر ان کو مقرون بیان کیا ہے۔

۱۔ تمام اشیا کا احاطہ کرنے والا علم الٰہی۔

۲۔ تمام حوادث کا احاطہ کرنے والی تقدیر (کتاب) الٰہی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (الحج: ۲۲/ ۷۰) ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یہ سب کچھ کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور بے شک یہ سب کچھ اللہ

کے لیے بہت آسان ہے۔"

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

آگاہ رہو! بے شک اولیاء اللہ، نہ کوئی خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ وہ لوگ جو ایمان لائے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

اور تھے وہ ڈرتے (اللہ سے) ○ واسطے ان کے خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی)،

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾

نہیں تبدیلی ہوتی اللہ کی باتوں میں، یہی ہے کامیابی بہت بڑی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اولیاء اور محبوب لوگوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ان کے اعمال واوصاف اور ان کے ثواب کا ذکر کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ "خبردار! اللہ کے جو دوست ہیں، ان پر کوئی خوف نہ ہوگا" یعنی قیامت کے روز میدان محشر میں جو خوفناک اور ہولناک حالات ہوں گے وہاں انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ ﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ "اور نہ وہ غمگین ہوں گے" ان اعمال پر جو انہوں نے پہلے کیے ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اعمال صالحہ کے سوا کچھ نہیں کیا ہوگا۔ چونکہ انہیں کسی قسم کا خوف ہوگا نہ وہ غمزدہ ہوں گے، اس لیے وہاں ان کے لیے امن وسعادت اور خیر کثیر ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے اولیاء اللہ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ "وہ جو ایمان لائے۔" یعنی جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں، اس کے مبعوث کیے ہوئے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے اور تقویٰ کے استعمال، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی فرمانبرداری اور اس کے نواہی سے اجتناب کر کے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔

پس ہر وہ شخص جو مومن اور متقی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ "ان کے لیے خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں" دنیا کے اندر بشارت سے مراد ثنائے حسن، مومنوں کے دلوں میں محبت ومودت، سچے خواب، بندۂ مومن کا اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے بہرہ ور ہونا، اللہ تعالیٰ کا بہترین اعمال واخلاق کے راستوں کو آسان کر دینا اور بندے کو برے اخلاق سے دور کر دینا ہے اور آخرت کی بشارتوں میں اولین بشارت یہ ہے کہ روح قبض کیے جانے کے موقع پر ان کو بشارت دی جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (حم السجدة: ٤١/ ٣٠) "بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر وہ اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور نہ غم زدہ ہو

اور جنت کی خبر سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔'' اور قبر میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کی خوشخبری دی جائے گی اور قیامت کے روز نعمتوں بھری جنت میں دخول اور دردناک عذاب سے نجات کے ساتھ اس خوشخبری کا اتمام ہوگا۔

﴿لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کے کلمات بدلتے نہیں'' بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ حق ہے جس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں' کیونکہ وہ اپنے قول میں سچا ہے اور اس کی مقرر کی ہوئی قضا و قدر میں کوئی شخص اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾ ''یہی ہے بڑی کامیابی'' کیونکہ یہ تمام محذورات سے نجات اور ہر محبوب چیز کے حصول میں ظفر یابی پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''فوز'' کو حصر کے ساتھ بیان کیا ہے' کیونکہ فوز و فلاح اہل ایمان اور اہل تقویٰ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ بشارت ہر خیر و ثواب کو شامل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ایمان اور تقویٰ پر مرتب فرمایا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اس کو تقیید کے ساتھ نہیں' بلکہ مطلق بیان کیا ہے۔

وَلَا يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ ۘ اِنَّ الۡعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ؕ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۶۵﴾

وقف لازم

اور نہ غمگین کریں آپ کو باتیں ان کی، بلاشبہ عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے ساری کی ساری، وہی خوب سننا' جانتا ہے ○

یعنی جھٹلانے والوں کی باتوں میں سے کوئی بات' جن کے ذریعے سے وہ آپ پر اور آپ کے دین پر نکتہ چینی کرتے ہیں، آپ کو غم زدہ نہ کرے' کیونکہ ان کی یہ باتیں ان کو عزت فراہم کر سکتی ہیں نہ آپ کو کوئی نقصان دے سکتی ہیں۔ ﴿اِنَّ الۡعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا﴾ ''بے شک عزت سب کی سب اللہ ہی کے لئے ہے'' اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عزت سے محروم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيۡعًا﴾ (فاطر: ۱۰/۳۵) ''جو کوئی عزت کا طلب گار ہے تو عزت تمام تر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔'' جسے عزت چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے سے اسے طلب کرے اور اس کی دلیل بعد میں آنے والا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو اس کی تائید کرتا ہے ﴿اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ﴾ (فاطر: ۱۰/۳۵) ''پاک باتیں اسی کی طرف بلند ہوتی ہیں اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے''۔ یہ بات معلوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت صرف آپ اور آپ کے متبعین کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ (المنافقون: ۸/۶۳) ''عزت تمام تر اللہ' اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہے۔'' ﴿هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ﴾ ''وہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' یعنی اس کی سماعت نے تمام آوازوں کا احاطہ کر رکھا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اور اس کا علم تمام ظاہری اور باطنی چیزوں پر محیط ہے۔ آسمانوں اور زمین میں' کوئی چھوٹی یا بڑی ذرہ بھر بھی چیز اس سے اوجھل نہیں۔ وہ آپ کی بات سنتا ہے اور

آپ کے بارے میں آپ کے دشمنوں کی باتیں بھی سنتا ہے اور پوری تفصیل کا علم رکھتا ہے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کے علم اور کفایت کو کافی سمجھے۔ اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ

آگاہ رہو! بیشک اللہ ہی کے لیے ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں، اور نہیں پیروی کرتے وہ لوگ جو

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ

پکارتے ہیں سوائے اللہ کے (دوسرے شریکوں کو) شریکوں کی نہیں پیروی کرتے وہ (حقیقت میں) مگر صرف گمان کی، اور نہیں ہیں وہ

اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ

مگر اٹکل (خود گھڑ کر باتیں) کرتے ○ وہی ہے (اللہ) جس نے بنایا واسطے تمہارے رات کو تاکہ تم سکون کرو اس میں اور (بنایا) دن

مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾

دکھلانے والا (روشن)، بلاشبہ اس میں یقیناً بہت بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اسی کی ملکیت ہے وہ جیسے چاہتا ہے اپنے احکام کے ذریعے سے اس میں تصرف کرتا ہے۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مملوک' اس کے سامنے مسخر اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہے۔ تمام مخلوق عبادت کا کچھ بھی استحقاق نہیں رکھتی اور کسی بھی لحاظ سے مخلوق اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں بن سکتی۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ ''اور یہ جو پیچھے پڑے ہوئے ہیں اللہ کے سوا شریکوں کو پکارنے والے سو یہ کچھ نہیں' مگر پیروی کرنے والے ہیں اپنے گمان کی'' یعنی وہ ظن اور گمان' جو حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا ﴿وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''اور وہ محض اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں۔'' یعنی وہ اس بارے میں محض اندازوں اور بہتان وافترا سے کام لیتے ہیں۔ اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے میں اگر وہ سچے ہیں' تو ان کے وہ اوصاف سامنے لائیں جو ان کو ذرہ بھر عبادت کا مستحق قرار دیتے ہوں۔ وہ کبھی ایسا نہیں کر سکیں گے۔ کیا ان میں سے کوئی ایسا ہے جو کوئی چیز پیدا کر سکتا ہو؟ یا وہ رزق عطا کرتا ہو؟ یا وہ مخلوقات میں سے کسی چیز کا مالک ہو؟ یا وہ گردش لیل ونہار کی تدبیر کرتا ہو؟ جس نے اسے لوگوں کی روزی کا سبب بنایا؟

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ ''وہی اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو' تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو'' تاکہ اس تاریکی کے سبب سے جو تمام روئے زمین کو ڈھانک لیتی ہے' نیند اور راحت میں سکون پاؤ' اگر سورج کی روشنی ہمیشہ برقرار رہتی تو انہیں قرار وسکون نہ ملتا۔ ﴿وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا﴾ ''اور دن کو (بنایا) دکھلانے والا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے دن کو روشن بنایا' تاکہ دن کی روشنی میں مخلوق دیکھ سکے' لوگ اپنی معاش اور اپنے

دینی اور دنیاوی مصالح کے لیے چل پھر سکیں۔ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّسۡمَعُوۡنَ﴾ ’’اس میں سننے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔‘‘ جو سمجھنے، قبول کرنے اور رشد و ہدایت طلب کرنے کے لیے سنتے ہیں۔ عناد اور نکتہ چینی کے لیے نہیں سنتے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں اور ان نشانیوں سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود اور معبود برحق ہے اور اس کے سوا ہر ایک ہستی کی الوہیت باطل ہے اور یہ کہ وہی رؤف و رحیم اور علم و حکمت والا ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ الۡغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
کہا انہوں نے ’’بنائی ہے اللہ نے اولاد، پاک ہے وہ (اولاد سے) وہ بے پروا ہے، اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
فِی الۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ عِنۡدَکُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا
زمین میں ہے، نہیں ہے تمہارے پاس کوئی دلیل اس بات کی‘ کیا کہتے ہو تم اوپر اللہ کے وہ بات جس کا نہیں
تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۸﴾ قُلۡ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ ﴿۶۹﴾ؕ
علم رکھتے تم؟ ○ کہہ دیجیے! بے شک وہ لوگ جو باندھتے ہیں اوپر اللہ کے جھوٹ نہیں فلاح پائیں گے وہ ○
مَتَاعٌ فِی الدُّنۡیَا ثُمَّ اِلَیۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ ثُمَّ نُذِیۡقُهُمُ
تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے دنیا میں، پھر ہماری ہی طرف واپسی ہے ان کی، پھر ہم چکھائیں گے انہیں
الۡعَذَابَ الشَّدِیۡدَ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ ﴿۷۰﴾ؑ
عذاب شدید بوجہ اس کے جو تھے وہ کفر کرتے ○

اللہ رب العالمین کے بارے میں مشرکین کی بہتان طرازی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ ’’انہوں نے کہا ٹھہرالی ہے اللہ نے اولاد‘‘ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس سے منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿سُبۡحٰنَهٗ﴾ ’’وہ پاک ہے‘‘ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی طرف جو نقائص منسوب کرتے ہیں وہ ان سے بلند و برتر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں متعدد دلائل ذکر کئے ہیں:

(۱) ﴿هُوَ الۡغَنِیُّ﴾ ’’وہ بے نیاز ہے‘‘ یعنی غنا (بے نیازی) اسی میں منحصر ہے اور غنا کی تمام اقسام کا وہی مالک ہے۔ وہ غنی ہے جو ہر پہلو، ہر اعتبار اور ہر لحاظ سے غنائے کامل کا مالک ہے۔ جب وہ ہر لحاظ سے غنی ہے تب وہ کس لئے بیٹا بنائے گا؟ کیا اس وجہ سے کہ وہ بیٹے کا محتاج ہے؟ یہ تو اس کے غنا اور بے نیازی کے منافی ہے۔ کوئی شخص صرف اپنے غنا میں نقص کی بنا پر بیٹا بناتا ہے۔

(۲) دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ﴾ ’’جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔‘‘ یہ عام اور جامع کلمہ ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات

اس کی ملکیت سے خارج نہیں' تمام موجودات اس کی مخلوق' اس کے بندے اور مملوک ہیں اور یہ بات معلوم اور مسلم ہے کہ یہ وصف عام اس بات کے منافی ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو' کیونکہ بیٹا اپنے باپ کی جنس سے ہوگا جو مخلوق ہوگا نہ مملوک۔ پس آسمانوں اور زمین کا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونا ولادت (اولاد ہونے) کے منافی ہے۔

(۳) تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا﴾ ''تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں''، یعنی تمہارے پاس تمہارے اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے۔ اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہوتی تو وہ اسے ضرور پیش کرتے۔ جب انہیں دلیل پیش کرنے کے لیے کہا گیا اور وہ دلیل قائم کرنے سے عاجز آ گئے' تو ان کے دعوے کا بطلان ثابت ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کا قول بلا علم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''کیا تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے'' پس بلا علم اللہ تعالیٰ کی طرف بات منسوب کرنا سب سے بڑا جرم ہے۔

﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ ''کہہ دیجئے! جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں' وہ کامیاب نہیں ہوں گے''، یعنی وہ اپنا مطلوب و مقصود حاصل نہ کر سکیں گے' وہ دنیا کی زندگی میں اپنے کفر اور جھوٹ کے ذریعے سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لیں گے پھر لوٹ کر اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کفر کی پاداش میں سخت عذاب کا مزا چکھائے گا۔ ﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۱۷) ''اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ

وقف لازم

اور آپ پڑھیں ان پر خبر نوح کی، جب اس نے کہا اپنی قوم سے، اے میری قوم! اگر ہے گراں گزرتا تم پر میرا کھڑا ہونا

وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ

اور میرا نصیحت کرنا ساتھ اللہ کی آیتوں کے تو اللہ ہی پر توکل کیا میں نے پس متفقہ فیصلہ کر لو تم (میرے خلاف) اپنے معاملے کا اپنے شریکوں سمیت،

ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝٧١ فَاِنْ

پھر نہ رہے معاملہ تمہارا تم پر مبہم، پھر نافذ کر دو (اپنا فیصلہ) مجھ پر، اور نہ مہلت دو مجھے ○ پس اگر

تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ

منہ پھیر لو تم، تو نہیں سوال کیا میں نے تم سے کسی اجر کا، نہیں ہے اجر میرا مگر اوپر اللہ کے، اور حکم دیا گیا ہوں میں

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝٧٢ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ

یہ کہ ہوں میں فرماں برداروں میں سے ○ پس جھٹلایا انہوں نے اسکو تو ہم نے نجات دی اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں،

وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ

اور بنا دیا ہم نے انہیں جانشین (ان کا) اور غرق کر دیا ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، پس دیکھیے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ڈرائے گئے تھے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور ان کو سنائیے'' یعنی اپنی قوم کے سامنے تلاوت کر دیجیے ﴿نَبَاَ نُوْحٍ﴾ ''نوح کا حال'' یعنی جناب نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت کا حال' جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تھی وہ ایک طویل مدت تک ان کو دعوت دیتے رہے۔ پس وہ اپنی قوم کے درمیان نو سو پچاس برس تک رہے مگر ان کی دعوت نے ان کی سرکشی میں اضافہ ہی کیا اور وہ آپ کی دعوت سے اکتا گئے اور سخت تنگ آ گئے۔ نوح علیہ السلام نے ان کو دعوت دینے میں کسی سستی کا مظاہرہ کیا نہ کوتاہی کا' چنانچہ آپ ان سے کہتے رہے: ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ﴾ ''اے میری قوم! اگر بھاری ہوا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا'' یعنی میرا تمہارے پاس ٹھہرنا اور تمہیں وعظ و نصیحت کرنا جو تمہارے لئے فائدہ مند ہے ﴿بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کی آیتوں سے'' یعنی واضح دلائل کے ذریعے سے اور یہ چیز تمہارے لئے بہت بڑی اور تم پر شاق گزرتی ہے اور تم مجھے نقصان پہنچانے یا دعوت حق کو ٹھکرانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ ﴿فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے'' یعنی اس تمام شر کو دفع کرنے میں جو تم مجھے اور میری دعوت کو پہنچانا چاہتے ہو' میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ یہی توکل' میرا لشکر اور میرا تمام ساز و سامان ہے اور تم اپنے تمام تر سر و سامان اور تعداد کے ساتھ جو کچھ کر سکتے ہو کر لو ﴿فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ﴾ ''اب تم سب مل کر مقرر کر لو اپنا کام'' تم تمام لوگ اکٹھے ہو کر' کہ تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے' میرے خلاف جدوجہد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ ﴿وَشُرَكَآءَكُمْ﴾ ''اور جمع کر لو اپنے شریکوں کو'' یعنی ان تمام شریکوں کو بلا لو جن کی تم اللہ رب العالمین کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو اور انہیں تم اپنا والی و مددگار بناتے ہو۔ ﴿ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً﴾ ''پھر نہ رہے تم کو اپنے کام میں اشتباہ'' یعنی اس بارے میں تمہارا معاملہ مشتبہ اور خفیہ نہ ہو' بلکہ تمہارا معاملہ ظاہر اور علانیہ ہو۔ ﴿ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ﴾ ''پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو'' یعنی میرے خلاف جو کچھ تمہارے بس میں ہے' سزا اور عقوبت کا فیصلہ سنا دو۔ ﴿وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ''اور مجھے مہلت نہ دو۔'' یعنی تم مجھے دن کی ایک گھڑی کے لیے بھی مہلت نہ دو۔

یہ نوح علیہ السلام کی رسالت کی صحت اور آپ کے دین کی صداقت کی قطعی دلیل اور بہت بڑی نشانی ہے' کیونکہ آپ تنہا تھے آپ کا کوئی قبیلہ تھا جو آپ کی حمایت کرتا نہ آپ کے پاس کوئی فوج تھی جو آپ کی حفاظت کرتی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنی حماقت انگیز آراء' فساد دین اور اپنے خود ساختہ معبودان کے عیوب کا پرچار کیا اور

آپ کے ساتھ بغض اور عداوت کا مظاہرہ کیا جو پہاڑوں اور چٹانوں سے زیادہ سخت تھی وہ مشرکین قدرت اور سطوت رکھنے والے لوگ تھے۔ نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا ”تم، تمہارے گھڑے ہوئے شریک اور جن کو تم بلانے کی استطاعت رکھتے ہو، سب اکٹھے ہو جاؤ اور میرے خلاف جو چال تم چل سکتے ہو اگر قدرت رکھتے ہو تو چل کر دیکھ لو“۔ پس وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ تب معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام سچے اور وہ اپنی دھمکیوں میں جھوٹے تھے۔ اس لئے فرمایا: ﴿فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ ”پس اگر تم میری دعوت سے منہ موڑتے ہو“ اور اس کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ یہ بات تمہارے سامنے واضح ہو چکی ہے کہ تم باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف نہیں آتے، بلکہ اس کے برعکس تم تو حق سے منہ موڑ کر باطل کی طرف جا رہے ہو جس کے فاسد ہونے پر دلائل قائم ہو چکے ہیں۔ بایں ہمہ ﴿فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ﴾ ”میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا“ یعنی میں اپنی دعوت اور تمہاری لبیک پر تم سے کسی معاوضے کا مطالبہ نہیں کرتا تاکہ تم میرے بارے میں یہ نہ کہتے پھرو کہ یہ تو ہمارے مال ہتھیانے کے لیے آیا ہے اور اسی وجہ سے ہم اس کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ ﴿إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾ ”میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمے ہے۔“ یعنی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ثواب اور اجر کا طلب گار نہیں۔ ﴿وَ﴾ نیز میں تمہیں کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتا جس کی مخالفت کر کے اس کی متضاد بات پر عمل کروں، بلکہ ﴿أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ ”مجھے حکم ہے کہ میں فرماں بردار رہوں“ پس جن امور کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں سب سے پہلے میں خود ان میں داخل ہوتا ہوں اور سب سے پہلے میں خود اس پر عمل کرتا ہوں۔

﴿فَكَذَّبُوهُ﴾ ”پس انہوں نے نوح کو جھٹلایا“ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو شب و روز اور کھلے چھپے دعوت دی مگر آپ کی دعوت نے ان کے فرار میں اضافہ کے سوا کچھ نہ کیا ﴿فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ﴾ ”پس ہم نے نجات دی اس کو اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے“ یعنی وہ کشتی جس کے بارے میں ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے ہماری آنکھوں کے سامنے بنائیں۔ جب تنور سے پانی ابل پڑا تو ہم نے انہیں حکم دیا: ﴿احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ﴾ (ھود: ٤٠/١١) ”ہر قسم کے جانوروں میں سے جوڑا جوڑا لے لو اور اپنے گھر والوں کو، سوائے اس کے جس کی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا اور اس کو بھی ساتھ لے لینا جو ایمان لا چکا ہو۔“ چنانچہ نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا اس نے زوردار مینہ برسایا اور زمین کے چشمے ابل پڑے اور پانی اس کام کے لیے جمع ہو چکا تھا جس کے بارے میں فیصلہ ہو چکا تھا ﴿وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ﴾ (القمر: ١٣/٥٤) ”اور ہم نے نوح کو ایک ایسی کشتی میں سوار کیا جو تختوں اور میخوں سے بنائی گئی تھی۔“ جو ہماری آنکھوں کے سامنے پانی پر تیر رہی تھی۔ ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ﴾ ”اور ہم نے انہیں خلیفہ بنایا“ یعنی جھٹلانے والوں کو ہلاک کرنے

کے بعد ہم نے انہیں زمین میں جانشین بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی نسل میں برکت ڈالی اور ان کی نسل ہی کو باقی رکھا اور ان کو زمین کے کناروں تک پھیلا دیا۔ ﴿وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ’’اور ہم نے ان کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا‘‘ یعنی جنہوں نے واضح کر دینے اور دلیل قائم کر دینے کے بعد بھی ہماری آیات کی تکذیب کی ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ’’پس دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا۔‘‘ ان کا انجام رسوا کن ہلاکت تھی اور مسلسل لعنت تھی جو ہر زمانے میں ان کا پیچھا کرتی رہی، آپ ان کے بارے میں صرف حرف ملامت ہی سنیں گے اور ان کے بارے میں برائی اور مذمت کے سوا کچھ نہیں دیکھیں گے...... پس ان جھٹلانے والوں کو اس عذاب سے ڈرنا چاہئے جو انبیا و رسل کو جھٹلانے والی ان قوموں پر ہلاکت انگیز اور رسوا کن عذاب نازل ہوا تھا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا

پھر بھیجے ہم نے بعد نوح کے کئی رسول طرف انکی قوموں کے، پس آئے وہ ان کے پاس ساتھ واضح دلیلوں کے، سو نہ ہوئے وہ

لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

کہ ایمان لے آتے ساتھ اس چیز کے کہ جھٹلا چکے تھے وہ اسے پہلے، اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں دلوں پر حد سے تجاوز کرنے والوں کے ○

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ’’پھر بھیجے ہم نے اس کے بعد‘‘ یعنی نوح علیہ السلام کے بعد ﴿رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ﴾ ’’کئی پیغمبر ان کی قوموں کی طرف‘‘ یعنی جھٹلانے والوں کی طرف، جو ان کو ہدایت کی طرف بلاتے تھے اور انہیں ہلاکت کے اسباب سے ڈراتے تھے۔ ﴿فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ’’پس وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے‘‘ یعنی ہر نبی نے اپنی دعوت کی تائید میں ایسے دلائل پیش کئے، جو ان کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتے تھے۔

﴿فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ﴾ ’’پس ان سے یہ نہ ہوا کہ وہ اس بات پر ایمان لے آئیں جسے وہ اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وقت سزا دی جب ان کے پاس رسول آیا اور انہوں نے اس کی تکذیب میں جلدی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور وہ ان کے اور ایمان کے درمیان حائل ہو گیا۔ وہ اس سے قبل ایمان لانے پر متمکن تھے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (الانعام: ۶/ ۱۱۰) ’’ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیں گے اور جس طرح وہ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے تھے، نشانیاں آنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے۔‘‘ بنا بریں یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ ’’اسی طرح ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں‘‘۔ پس ان کے دلوں میں کسی قسم کی بھلائی داخل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود ہی حق کو ٹھکرا کر...... جب حق ان کے پاس آیا اور اس کو اولین مرتبہ جھٹلا کر...... اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا

پھر بھیجا ہم نے بعد ان کے موسٰی اور ہارون کو طرف فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی، ساتھ اپنی آیتوں کے،

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (۷۵) فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

پس تکبر کیا انہوں نے اور تھے وہ لوگ مجرم ○ پھر جب آ گیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے،

قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ (۷۶) قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ

تو کہا انہوں نے، بلاشبہ یہ تو جادو ہے ظاہر ○ کہا موسٰی نے، کیا تم کہتے ہو (یہ) واسطے حق کے جب کہ وہ آیا تمہارے پاس؟

اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ (۷۷) قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا

کیا جادو ہے یہ؟ حالانکہ نہیں فلاح پاتے جادوگر ○ کہا انہوں نے، کیا آیا ہے تو ہمارے پاس کہ پھیر دے ہمیں اس (طریقے) سے کہ پایا ہم نے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ (۷۸)

اس پر اپنے باپ دادا کو، اور ہو واسطے تم دونوں کے بڑائی زمین میں؟ اور نہیں ہیں ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے ○

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ (۷۹) فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ

اور کہا فرعون نے، لے آؤ تم میرے پاس ہر جادوگر ماہر کو ○ پس جب آ گئے تمام جادوگر، تو کہا ان سے

مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (۸۰) فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ

موسٰی نے، ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو ○ سو جب انہوں نے ڈالا، تو کہا موسٰی نے، وہ چیز کہ لائے ہو تم اس کو،

السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (۸۱) وَيُحِقُّ

جادو ہے۔ بلاشبہ اللہ عن قریب باطل کر دے گا اسے، بیشک اللہ، نہیں سنوارتا کام فساد کرنے والوں کا ○ اور ثابت کرتا ہے

اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (۸۲) ع فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ

اللہ حق کو ساتھ اپنے کلمات کے، اگرچہ ناپسند کریں مجرم لوگ ○ پس نہ ایمان لائے موسٰی پر مگر کچھ لوگ

مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ

اسکی قوم میں سے، ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اسکے درباریوں سے (اس اندیشے سے) کہ فتنے میں ڈالے وہ انکو، اور بلاشبہ فرعون

لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ (۸۳) وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ

البتہ سرکشی کرنے والا تھا زمین (مصر) میں، اور بیشک وہ البتہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا ○ اور کہا موسٰی نے، اے میری قوم! اگر

كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ (۸۴) فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ

ہو تم ایمان لائے ساتھ اللہ کے، تو اسی پر توکل کرو تم اگر ہو تم فرماں بردار ○ پس کہا انہوں نے، اوپر اللہ ہی کے

تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۸۵) ۙ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ

توکل کیا ہم نے، اے ہمارے رب! نہ بنا تو ہمیں فتنہ واسطے ظالم قوم کے ○ اور تو نجات دے ہمیں ساتھ اپنی رحمت کے

مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ

کافر قوم سے ○ اور وحی کی ہم نے طرف موسیٰ اور اس کے بھائی کی، یہ کہ بناؤ تم

لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ

واسطے اپنی قوم کے مصر میں کچھ گھر، اور بناؤ تم اپنے گھروں کو قبلہ اور قائم کرو نماز، اور خوش خبری دے دیجیے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً

مومنوں کو ○ اور کہا موسیٰ نے، اے ہمارے رب! بے شک تو نے دی فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کو زینت

وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ

اور مال زندگانیٔ دنیا میں، اے ہمارے رب! تاکہ وہ گمراہ کریں تیری راہ سے، اے ہمارے رب! مٹا دے

عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا

مال ان کے اور سخت کر دے دل ان کے، پس نہ ایمان لائیں وہ یہاں تک کہ دیکھ لیں وہ

الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا

عذاب دردناک ○ اللہ نے کہا، تحقیق قبول کر لی گئی ہے دعا تمہاری، سو ثابت قدم رہو تم دونوں،

وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ

اور مت پیروی کرو راستے کی ان لوگوں کے جو نہیں علم رکھتے ○ اور پار کر دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے،

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ

پھر تعاقب کیا ان کا فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور ظلم و زیادتی کرتے ہوئے، یہاں تک کہ جب پا لیا اس کو غرقابی نے

قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا

تو کہا فرعون نے، ایمان لایا میں (ساتھ اس بات) کہ بلاشبہ نہیں کوئی معبود سوائے اس ذات کے کہ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے بنو اسرائیل، اور میں

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾

فرماں برداروں میں سے ہوں ○ (اللہ نے فرمایا) کیا اب (ایمان لایا ہے؟) جب کہ تو نافرمان تھا پہلے، اور تھا تو فساد کرنے والوں میں سے ○

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ

پس آج نجات دیں گے (باہر نکال پھینکیں گے) ہم تجھے (سمندر سے) تیرے بدن سمیت تاکہ ہو تو واسطے ان کے جو تیرے پیچھے (آنے والے) ہیں نشانی۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع وَلَقَدْ بَوَّاْنَا

اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے البتہ غافل ہیں ○ اور البتہ تحقیق ٹھکانا دیا ہم نے

بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا

بنی اسرائیل کو ٹھکانا اچھا اور رزق دیا ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے، پھر نہ اختلاف کیا انہوں نے

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۚ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

یہاں تک کہ آ گیا ان کے پاس علم، بلاشبہ آپ کا رب فیصلہ کرے گا درمیان ان کے دن قیامت کے،

فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

اس چیز میں کہ تھے وہ اس میں اختلاف کرتے ○

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ”پھر ان کے بعد ہم نے بھیجا“ یعنی ان رسولوں کے بعد جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان قوموں کی طرف مبعوث فرمایا جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور ہلاک ہو گئے۔ ﴿مُّوْسٰى﴾ اللہ رحمٰن کے کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو جو ایک اولوالعزم رسول تھے۔ ان کا شمار بڑے بڑے رسولوں میں کیا جاتا ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے جن پر شریعت کے بڑے بڑے احکام نازل کیے گئے۔ ﴿وَّهٰرُوْنَ﴾ اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر بنایا اور ان دونوں کو مبعوث کیا۔ ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ﴾ ”فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف“ یعنی فرعون' اس کے اکابرین اور رؤسائے سلطنت کی طرف' کیونکہ عوام رؤسا کے تابع ہوتے ہیں ﴿بِاٰيٰتِنَا﴾ ”اپنی نشانیوں کے ساتھ“ ان کو ایسی آیات کے ساتھ مبعوث کیا جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں جنہیں یہ دونوں رسول لے کر آئے تھے' یعنی توحید الٰہی اور غیر اللہ کی عبادت سے ممانعت۔ ﴿فَاسْتَكْبَرُوْا﴾ ”پس انہوں نے تکبر کیا“ یعنی انہوں نے ان آیات کو دل میں مان لینے کے بعد ظلم کی بنا پر ان سے تکبر کیا ﴿وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ ”اور وہ گناہ گار لوگ تھے“ یعنی جرم اور تکذیب کا ارتکاب ان کا وصف تھا۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا﴾ ”پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا“ جو حق کی تمام انواع میں سب سے بڑی نوع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' جس کی عظمت کے سامنے سب سرافگندہ ہو جاتے ہیں اور وہ ہے اللہ رب العالمین' جو نعمتوں کے ذریعے سے اپنی تمام مخلوق کا مربی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر حق آیا تو انہوں نے اس کو ٹھکرا دیا اور قبول نہ کیا۔ ﴿قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ”اور کہا' یہ تو کھلا جادو ہے“ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے کہ انہوں نے یہی کافی نہیں سمجھا کہ انہوں نے حق سے اعراض کیا اور اس کو رد کر دیا...... بلکہ انہوں نے اس حق کو سب سے بڑا باطل' یعنی جادو قرار دے دیا جس کی حقیقت صرف ملمع سازی ہے...... بلکہ انہوں نے اسے کھلا جادو قرار دے دیا...... حالانکہ وہ واضح حق ہے۔

اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے...... ان کے حق ٹھکرانے پر کہ جسے لوگوں میں سب سے بڑا ظالم شخص ہی ٹھکراتا ہے...... ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ﴾ ”کیا تم یہ کہتے ہو حق کو' جب وہ تمہارے پاس آیا“ یعنی کیا تم حق کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ کھلا جادو ہے ﴿اَسِحْرٌ هٰذَا﴾ ”کیا یہ جادو ہے؟“ یعنی اس کے اوصاف میں غور کرو کہ وہ کس چیز پر مشتمل ہے۔ مجرد اسی کے ذریعے سے قطعی طور پر یقین ہو جاتا ہے کہ یہ

حق ہے۔ ﴿وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ﴾ ”اور جادوگر فلاح نہیں پاتے۔“ یعنی جادوگر دنیا میں فلاح پاتے ہیں نہ آخرت میں۔ پس غور کرو کہ انجام کس کا اچھا ہے، کس کے لیے فلاح ہے اور کس کے ہاتھ پر کامیابی ہے۔ اس کے بعد انہیں معلوم ہو گیا اور ہر ایک پر عیاں ہو گیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے فلاح پائی اور دنیا و آخرت میں ظفریاب ہوئے۔ ﴿قَالُوْٓا﴾ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا: ﴿اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ”کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو، تاکہ تم ہمیں اس دین سے روک دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔“ مثلاً شرک اور غیر اللہ کی عبادت وغیرہ اور تم ہمیں حکم دیتے ہو کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں چنانچہ انہوں نے اپنے گمراہ باپ دادا کے قول کو حجت بنا لیا جس کی بنیاد پر انہوں نے اس حق کو ٹھکرا دیا جسے موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ ﴿وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ﴾ ”اور اس ملک میں تم دونوں ہی کی سرداری ہو جائے“ یعنی تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو تاکہ تم سردار بن جاؤ اور تم ہمیں ہماری زمینوں سے نکال باہر کرو۔ یہ ان کی طرف سے خلاف حقیقت بات اور جہالت کی حوصلہ افزائی ہے۔ نیز ان کا مقصد عوام کو موسیٰ علیہ السلام کی عداوت پر ابھارنا اور ان پر ایمان لانے سے گریز کرنا ہے۔

جو شخص حقائق کو سمجھتا اور معاملات کی خامی اور خوبی میں امتیاز کر سکتا ہے وہ ان کی اس بات کو قابل حجت اور قابل اعتنا خیال نہیں کرتا، کیونکہ دلائل کا رد دلائل اور براہین ہی کے ذریعے سے کیا جاتا ہے، لیکن جو شخص حق پیش کرتا ہے اور اس کی بات کو اس قسم کے اقوال سے رد کر دیا جائے، تو یہ چیز اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ رد کرنے والا ایسی دلیل لانے سے عاجز ہے جو مدمقابل کے قول کو رد کر دے، کیونکہ اگر اس کے پاس کوئی دلیل ہوتی تو وہ ضرور پیش کرتا اور اپنے مدمقابل کو یہ نہ کہتا ”تیرا مقصد یہ ہے“ اور ”تیری مراد وہ ہے“ خواہ وہ اپنے مدمقابل کے مقصد اور مراد کے بارے میں خبر دینے میں سچا ہے یا جھوٹا...... تاہم اس کے باوجود جو کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال اور ان کی دعوت کی معرفت رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقصد زمین میں تغلب نہ تھا۔ ان کا مقصد تو وہی تھا جو دیگر انبیاء و مرسلین کا تھا...... یعنی مخلوق کی ہدایت اور ان کی ان امور کی طرف راہ نمائی کرنا جو ان کے لیے فائدہ مند ہیں۔ حقیقت در اصل یہ ہے جیسا کہ خود انہوں نے اپنی زبان سے اقرار کیا ﴿وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ”ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے“ یعنی انہوں نے تکبر اور عناد کی وجہ سے یہ کہا تھا ”ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے“۔ اور اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ جناب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے جو دعوت پیش کی تھی وہ باطل تھی اور اس کی وجہ یہ بھی نہ تھی کہ اس میں یا اس کے معانی وغیرہ میں کوئی اشتباہ تھا۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ ظلم و تعدی اور ارادۂ تغلب کے سوا کچھ نہ تھا جس کا الزام وہ موسیٰ علیہ السلام پر لگا رہے تھے۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ﴾ ”اور فرعون نے کہا“ یعنی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی دعوت حق کی مخالفت، اپنے

سرداروں اور اپنی قوم کے لیے غلبہ کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ﴿ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ﴾ ’’سب ماہر فن جادوگروں کو ہمارے پاس لے آؤ۔‘‘ یعنی ہر ماہر اور پختہ جادوگر کو میری خدمت میں حاضر کرو۔ اس نے مصر کے شہروں میں ہرکارے دوڑائے‘ تاکہ وہ مختلف قسم کے جادوگروں کو اس کے پاس لے کر آئیں۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ﴾ ’’پس جب جادوگر آئے‘‘ یعنی موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے ﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾ ’’تو ان سے موسیٰ نے کہا‘ ڈالو جو تم ڈالتے ہو۔‘‘ یعنی تم وہی کرو جو تم ارادہ رکھتے ہو میں تمہارے لئے کچھ مقرر نہیں کروں گا...... اور ایسا کہنے کی وجہ یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان پر غالب آنے کا پورا یقین تھا‘ اس لئے ان کو اس بات کی پروانہ تھی کہ وہ جادو کا کون سا کرتب دکھاتے ہیں۔

﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا﴾ ’’پس جب انہوں نے ڈالا‘‘ یعنی جب انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں‘ تو یوں لگا جیسے دوڑتے ہوئے سانپ ہوں۔ ﴿قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ﴾ ’’موسیٰ نے کہا جو تم نے پیش کیا ہے‘ وہ جادو ہے‘‘ یعنی یہ بہت بڑا اور حقیقی جادو ہے۔ مگر اس جادو کے بڑے ہونے کے باوجود ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ’’اللہ اسے باطل کردے گا‘ یقیناً اللہ شریروں کے کام کو نہیں سنوارتا۔‘‘ کیونکہ وہ اس کے ذریعے سے حق کے خلاف باطل کی مدد کرنا چاہتے تھے اور اس سے بڑا اور کون سا فساد ہو سکتا ہے؟ اسی طرح ہر مفسد جب کوئی کام کرتا ہے یا کوئی چال چلتا ہے یا حق کے خلاف کوئی سازش کرتا ہے‘ تو اس کا عمل باطل ہو کر زائل ہو جاتا ہے ہر چند کہ کسی وقت مفسد کا عمل رائج ہو جاتا ہے مگر مآل کار اسے فنا اور زائل ہونا ہے۔ رہے اصلاح کار‘ تو ان کے اعمال میں ان کا مقصد‘ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ یہ اعمال و وسائل فائدہ مند ہیں اور ان اعمال کا ان کو حکم دیا گیا ہے‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی اصلاح کرتا ہے اور ان میں ترقی عطا کرتا ہے اور ان کو ہمیشہ نشوونما دیتا رہتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ ان کے جادو کو نگلتا چلا گیا۔ پس ان کا جادو باطل اور ان کا باطل زائل ہو کر رہ گیا۔ ﴿وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ’’اور اللہ سچا کرتا ہے حق بات کو اپنے حکم سے‘ اگرچہ گناہ گاروں کو ناگوار ہو‘‘ جب جادوگروں کے سامنے حق واضح ہو گیا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔ فرعون نے ان کو سولی پر لٹکانے اور ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کی دھمکی دی مگر انہوں نے اس کی کوئی پروانہ کی اور وہ اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔

رہا فرعون‘ اس کے اشراف قوم اور ان کے متبعین‘ تو ان میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا‘ بلکہ وہ اپنی سرکشی پر جمے رہے اور اسی میں سرگرداں رہے۔ بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ﴾ ’’پس نہیں ایمان لایا موسیٰ پر‘ مگر کچھ لڑکے اس کی قوم کے‘‘ یعنی بنی اسرائیل کے کچھ نوجوان ایمان لے آئے‘

جنہوں نے دلوں میں ایمان کے جاگزیں ہو جانے کی وجہ سے خوف کے مقابلے میں صبر سے کام لیا۔ ﴿عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ﴾ ”فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں ان کو آزمائش میں نہ ڈال دیں“ یعنی ان کے دین کے معاملے میں ﴿وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ﴾ ”اور بے شک فرعون ملک میں متکبر و متغلب تھا“ یعنی زمین میں فرعون کو غلبہ اور اقتدار حاصل تھا اس لئے وہ اس کی گرفت سے سخت خائف تھے۔ ﴿وَ﴾ ”اور“ خاص طور پر ﴿اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ”وہ حد سے بڑھا ہوا تھا۔“ یعنی ظلم اور تعدی میں حد سے تجاوز کرنے والا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم کے نوجوانوں کے ایمان لانے میں حکمت یہ ہے۔ واللہ اعلم......

کہ حق کو نوجوان زیادہ قبول کرتے ہیں اور اس کی اطاعت میں زیادہ سرعت سے آگے بڑھتے ہیں۔ اس کے برعکس بوڑھے جنہوں نے کفر میں پرورش پائی ہوتی ہے' ان کے دلوں میں چونکہ عقائد فاسدہ راسخ ہوتے ہیں' اس وجہ سے وہ' دوسروں کی نسبت حق سے زیادہ دور ہوتے ہیں۔

﴿وَقَالَ مُوْسٰى﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے اور ان امور کو اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے جو صبر میں مدد کرتے ہیں' کہا: ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ﴾ ”اے میری قوم: اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر“ تو وظیفہ ایمان کو پورا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ ”تو اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو' اسی کی پناہ لو اور اسی سے مدد طلب کرو۔ ﴿فَقَالُوْا﴾ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کہا: ﴿عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا' اے ہمارے رب' ہمیں ظالم لوگوں کی آزمائش کا نشانہ نہ بنانا“ یعنی ظالموں کو ہم پر مسلط نہ کر کہ وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کریں یا وہ غالب آ کر ہمیں آزمائش میں ڈالیں اور کہیں کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو مغلوب نہ ہوتے۔ ﴿وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ”اور ہمیں اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات عطا فرما۔“ تاکہ ہم ان کے شر سے محفوظ ہو سکیں اور اپنے دین پر عمل کرتے ہوئے شرعی احکام کو قائم اور بغیر کسی مخالفت اور نزاع کے ان کا اظہار کر سکیں۔

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ﴾ ”اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی“ جب فرعون اور اس کی قوم کی طرف سے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی قوم کے ساتھ معاملہ بہت سخت ہو گیا اور انہوں نے چاہا کہ وہ ان کو ان کے دین کے بارے میں آزمائش میں ڈالیں' ﴿اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا﴾ ”کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ۔“ یعنی تم اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ مصر میں اپنے لئے کچھ گھر مقرر کر لیں جہاں وہ چھپ سکیں۔ ﴿وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً﴾ ”اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھہراؤ“ یعنی جب تم کنیسوں اور عام عبادت گاہوں میں نماز ادا نہ کر سکو تو گھروں کو نماز کی جگہ بنا لو۔ ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ”اور نماز قائم کرو“ کیونکہ نماز تمام

معاملات میں مدد کرتی ہے۔ ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ’’اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔‘‘ یعنی اہل ایمان کو نصرت و تائید اور غلبۂ دین کی خوشخبری سنا دیجیے‘ کیونکہ تنگی کے ساتھ کئی آسانیاں ہوتی ہیں اور یقیناً تنگی کیساتھ کئی آسانیاں ہوتی ہیں۔ جب تکلیف بڑھ جاتی ہے اور معاملہ تنگ ہو جاتا ہے‘ تو اللہ تعالیٰ اسے کشادہ کر دیتا ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداران سلطنت کی قساوت اور روگردانی کے رویے کا مشاہدہ کیا‘ تو ان کے لیے بددعا کی اور ہارون علیہ السلام نے اس پر آمین کہی‘ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً﴾ ’’اے ہمارے رب! بے شک دی ہے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو زینت‘‘ یعنی وہ مختلف انواع کے زیورات‘ ملبوسات‘ سجے ہوئے گھر‘ اعلیٰ قسم کی سواریاں اور خدام وغیرہ‘ دنیاوی آرائشوں کو اپنے لئے زینت بناتے ہیں۔ ﴿وَّاَمْوَالًا﴾ اور بڑے بڑے مال ﴿فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ﴾ ’’دنیا کی زندگی میں‘ اے ہمارے رب‘ تاکہ وہ تیرے راستے سے لوگوں کو بہکائیں‘‘ یعنی وہ اپنے مال و دولت کو تیرے راستے سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں‘ خود گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ﴾ ’’اے ہمارے رب! ان کے مال کو برباد کر دے‘‘ یعنی ان کے مال و دولت کو تباہی کے ذریعے سے تلف کر دے یا اسے پتھر بنا دے جس سے یہ استفادہ نہ کر سکیں۔ ﴿وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ﴾ ’’اور ان کے دلوں کو سخت کر دے‘‘ ﴿فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰي يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ’’پس وہ نہ ایمان لائیں‘ یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں‘‘۔ یہ بددعا انہوں نے سخت غصے کی وجہ سے کی تھی‘ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کی تھی‘ اللہ کے بندوں کو خراب کر کے ان کو اللہ کے راستے سے روک دیا تھا‘ نیز موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب کی کامل معرفت حاصل تھی کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایمان کا دروازہ بند کر کے ان کو ان کی بداعمالیوں کی سزا دے گا۔

﴿قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾ ’’اللہ نے فرمایا تمہاری دعا قبول ہوئی‘‘...... آیت کریمہ میں تثنیہ کا صیغہ اس بات کی دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے جاتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے اور وہ شخص جو دعا کرنے والے کی دعا پر آمین کہتا ہے‘ وہ دعا کرنے والے کی دعا میں شریک ہوتا ہے۔ ﴿فَاسْتَقِيْمَا﴾ ’’پس دونوں ثابت قدم رہنا‘‘ یعنی دونوں اپنے دین پر ثابت قدم اور اپنی دعوت پر جمے رہو۔ ﴿وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ’’اور بے علم لوگوں کے راستے پر نہ چلنا۔‘‘ یعنی جہلاء کے راستے کی پیروی نہ کرو جنہوں نے صراط مستقیم سے انحراف کر کے جہنم کا راستہ اختیار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیں اور انہیں اس بات سے بھی آگاہ کر دیا کہ فرعون کے لشکر ضرور ان کا پیچھا کریں گے۔ فرعون نے تمام شہروں میں ہرکارے دوڑا دیے جو اعلان

کرتے تھے ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ﴾ ’’یہ لوگ‘‘ یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ﴿لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ○ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ○ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۵۴-۵۶) ’’ایک قلیل سی جماعت ہے۔ یہ ہمیں ناراض کر رہے ہیں اور ہم پوری طرح بساز و سامان تیار ہیں‘‘۔ پس فرعون نے دور اور نزدیک سے تمام لشکر جمع کر لئے اور اس نے اپنے لشکر لے کر ظلم و زیادتی کے ساتھ بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم پر ظلم اور زمین میں زیادتی کرتے ہوئے انہیں گھروں سے نکالا۔ جب ظلم و زیادتی حد سے بڑھ جائے اور گناہ جڑ پکڑ لیں تو عذاب کا انتظار کرو۔

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ﴾ ’’اور پار کر دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے‘‘ اور یہ اس طرح ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ سمندر پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ وہ سمندر پر اپنا عصا ماریں انہوں نے سمندر پر عصا مارا تو سمندر کا پانی پھٹ گیا اور اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل ان پر چلتے ہوئے پار نکل گئے۔ فرعون اور اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکر سمندر میں داخل ہو گئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم مکمل طور پر سمندر سے باہر آ گئے اور فرعون اور اس کی قوم مکمل طور پر سمندر میں داخل ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا اور سمندر کے تلاطم نے فرعون اور اس کی فوجوں کو اپنی گرفت میں لے کر غرق کر دیا اور بنی اسرائیل یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ جب فرعون ڈوبنے لگا اور اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو پکار اٹھا ﴿اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ﴾ ’’میں ایمان لایا اس بات پر کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے‘‘ کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ’’اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور ان تمام امور کو مانتا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ...... یہ واضح کرتے ہوئے کہ اس صورت حال میں ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا ...... فرمایا: ﴿آٰلْـٰٔنَ﴾ ’’اب‘‘ یعنی اب تو ایمان لاتا ہے اور اللہ کے رسول کا اقرار کرتا ہے؟ ﴿وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾ ’’حالانکہ پہلے نافرمانی کرتا رہا‘‘ یعنی اس سے قبل کھلے عام کفر اور معاصی کا ارتکاب کیا کرتا اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا کرتا تھا۔ ﴿وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ’’اور تو شرارتیوں میں سے تھا‘‘ پس اب تجھے تیرا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ جیسا کہ عادت الٰہی ہے کہ جب کفار اس اضطراری حالت کو پہنچ جاتے ہیں، تو ان کا ایمان لانا انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ ان کا ایمان مشاہدے پر مبنی ہوتا ہے، جیسے اس شخص کا ایمان جو قیامت کا مشاہدہ کرنے کے بعد ایمان لے آئے۔ جو ایمان مفید ہے وہ ایمان بالغیب ہے۔

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ ’’پس آج ہم تیرے بدن کو بچائے دیتے ہیں، تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی ہو‘‘ مفسرین کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے دلوں پر فرعون کا رعب اور دہشت چھائی ہوئی تھی۔ گویا انہیں فرعون کے ڈوبنے کا یقین نہیں آ رہا تھا اور اس بارے میں انہیں شک تھا۔ پس اللہ تعالیٰ

نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ فرعون کی لاش کو کسی بلند جگہ پر ڈال دے تاکہ وہ لوگوں کے لیے نشان عبرت بن جائے۔ ﴿وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ عَنۡ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوۡنَ﴾ ''اور اکثر لوگ ہماری آیتوں سے بے خبر ہیں''۔ بنابریں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بتکرار ان کے سامنے آتی ہیں مگر وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے، کیونکہ وہ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے اور وہ شخص جو عقل اور دل بیدار رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات ان امور پر سب سے بڑی دلیل ہیں جنہیں رسول لے کر آئے ہیں۔

﴿وَلَقَدۡ بَوَّاۡنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مُبَوَّاَ صِدۡقٍ﴾ ''اور جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھی جگہ'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آل فرعون کے مسکنوں میں آباد کیا اور ان کو آل فرعون کی اراضی اور ان کے گھروں کا مالک بنا دیا۔ ﴿وَّرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور کھانے کو ستھری چیزیں دیں'' مطعومات اور مشروبات وغیرہ ﴿فَمَا اخۡتَلَفُوۡا﴾ ''پس ان میں پھوٹ نہیں پڑی'' یعنی حق کے بارے میں ﴿حَتّٰى جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ﴾ ''حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا'' جو ان کے اتحاد و اجتماع کا موجب تھا مگر انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف ظلم اور تعدی سے کام لیا اور ان میں سے بہت سے لوگ اپنی اپنی خواہشات اور اغراض کے پیچھے لگ گئے جو حق کے خلاف تھیں اور یوں ان میں بہت زیادہ اختلاف واقع ہو گیا۔ ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ﴾ ''بے شک جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں، تمہارا رب قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کرے گا۔'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی حکمت عدل سے جو علم کامل اور قدرت شاملہ سے جنم لیتی ہے، قیامت کے روز ان کے اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔

یہی وہ بیماری ہے، جس سے دین صحیح کے پیروکاروں کو سابقہ پڑتا ہے۔ شیطان جب کلی طور پر بندوں کو اپنی اطاعت کروانے اور دین ترک کروانے سے عاجز آ جاتا ہے، تب وہ ان کے درمیان اختلافات ابھارتا ہے اور ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیتا ہے اس طرح وہ ان میں اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو شیطان کا مقصد پورا کرنے کا موجب بنتے ہیں، پھر ایک دوسرے پر گمراہی کے فتوے لگانے سے ایک دوسرے کے خلاف عداوت پیدا ہوتی ہے اور یہ چیز اس لعین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

ورنہ جب ان کا رب ایک ہے، ان کا رسول ایک ہے، ان کا دین ایک ہے اور ان کے مصالح عامہ بھی متفق علیہ ہیں، پھر کس لئے وہ ایسے اختلافات میں مبتلا ہوتے ہیں جو ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرتے ہیں، ان کے اتحاد کو پراگندہ کرتے ہیں، ان کے نظم اور ربط کی رسی کو کھول دیتے ہیں اور یوں ان کے دینی اور دنیاوی مصالح فوت ہو جاتے ہیں اور اختلافات کے سبب سے دین کے بہت سے امور معدوم ہو جاتے ہیں۔

اے اللہ! ہم تیرے مومن بندوں کے لیے تیرے لطف و کرم کا سوال کرتے ہیں' جو ان کے بکھرے ہوئے امور کو مجتمع کر دے' جو ان کے درمیان حائل خلیج کو پر کر دے' جو ان کے دور اور نزدیک کے لوگوں کو اکٹھا کر دے...... یا ذالجلال والاکرام۔

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ

پس اگر ہوں آپ شک میں اس (کتاب) سے جو نازل کی ہم نے آپ کی طرف، تو پوچھیے ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب

مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۙ﴿٩٤﴾

آپ سے پہلے، البتہ تحقیق آ گیا ہے آپ کے پاس حق آپ کے رب کی طرف سے، پس نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے ○

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾

اور نہ ہوں آپ ان لوگوں میں سے جنھوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو، پس ہو جائیں گے آپ (اس طرح) خسارہ پانے والوں میں سے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ﴾ ''اگر آپ اس کی بابت شک میں ہیں جو ہم نے آپ کی طرف اتارا'' کہ آیا یہ صحیح ہے یا غیر صحیح ہے؟ ﴿فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ ''تو ان سے پوچھ لیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں'' یعنی انصاف پسند اہل کتاب اور راسخ العلم علماء سے پوچھیے وہ اس چیز کی صداقت کا اقرار کریں گے جس کی آپ کو خبر دی گئی ہے اور وہ یہ بھی اعتراف کریں گے کہ وہ اس ہدایت کے موافق ہے جو ان کے پاس ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل کتاب' یعنی یہود و نصاریٰ میں سے بہت سے لوگوں نے' بلکہ ان میں سے اکثر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی' آپ سے عناد رکھا اور آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ اہل کتاب سے اپنی صداقت پر گواہی لیں اور ان کی گواہی کو اپنی دعوت پر حجت اور اپنی صداقت پر دلیل بنائیں' تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب متعدد پہلوؤں سے دیا جاتا ہے۔

(١) جب شہادت کی اضافت کسی گروہ' کسی مذہب کے ماننے والوں یا کسی شہر کے لوگوں کی طرف کی جاتی ہے تو اس کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان میں عادل اور سچے ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ دیگر لوگ خواہ اکثریت ہی میں کیوں نہ ہوں' ان کی شہادت معتبر نہیں' کیونکہ شہادت' عدالت اور صدق پر مبنی ہوتی ہے اور یہ مقصد بہت سے ربانی احبار کے ایمان سے حاصل ہو گیا تھا' مثلاً عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اور بہت سے دیگر اہل کتاب جو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء کے عہد میں اور بعد کے زمانوں میں ایمان لاتے رہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر اہل کتاب کی شہادت دراصل ان کی کتاب تورات، جس کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، کے بیان پر مبنی ہے جب تورات میں ایسا مواد موجود ہو جو قرآن کی موافقت اور اس کی تصدیق کرتا ہو اور اس کی صحت کی شہادت دیتا ہو، تب اگر اولین و آخرین تمام اہل کتاب اس کے انکار پر متفق ہو جائیں، تو ان کا یہ انکار رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن میں قادح نہیں۔

(۳) اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے لائے ہوئے قرآن کی صداقت پر اہل کتاب سے استشہاد کریں اور ظاہر ہے کہ یہ حکم علی الاعلان دیا گیا تھا اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اہل کتاب میں بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے ابطال کے بڑے حریص تھے۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسا مواد موجود ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو رد کر سکتا، تو وہ ضرور اسے پیش کرتے، چونکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی اس لئے دشمنوں کا عدم جواب اور مستجیب کا اقرار اس قرآن اور صداقت پر سب سے بڑی دلیل ہے۔

(۴) اکثر اہل کتاب ایسے نہ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو رد کر دیا ہو بلکہ ان میں سے اکثر ایسے لوگ تھے جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا تھا اور انہوں نے اپنے اختیار سے آپ کی اطاعت کی، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو روئے زمین پر اکثر لوگ اہل کتاب تھے۔ اسلام پر زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ شام، مصر، عراق اور ان کے آس پاس کے علاقوں کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے، یہ ممالک اہل کتاب کے مذہب کا گڑھ تھے۔ اسلام قبول کرنے سے صرف وہی لوگ باقی رہ گئے تھے جن کے پاس سرداریاں تھیں اور جنہوں نے اپنی سرداریوں کو حق پر ترجیح دی تھی، نیز وہ لوگ باقی رہ گئے جنہوں نے ان سرداروں کی پیروی کی جو حقیقی طور پر نہیں، بلکہ برائے نام اس دین کی طرف منسوب تھے، مثلاً فرنگی، جن کے دین کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دہریے ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین کے مذاہب کے دائرے سے خارج ہیں وہ صرف ملکی رواج کے طور پر اور اپنے باطل پر ملمع کی خاطر دین مسیح کی طرف منسوب ہیں۔ جیسا کہ ان کے حالات کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں۔

﴿لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ﴾ "تحقیق آ گیا آپ کے پاس حق" جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی شک نہیں ﴿مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ "آپ کے رب کی طرف سے، پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں" جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ﴾ (الاعراف: ۲/۷) "یہ کتاب ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے، پس آپ کے دل میں کوئی تنگی نہیں آنی چاہئے۔"

﴿وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ "اور آپ ان لوگوں میں

سے نہ ہوں جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا' پس آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' ان دونوں آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن کریم کے بارے میں) دو چیزوں سے منع کیا ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں شک کرنا اور اس کے بارے میں جھگڑنا۔

۲۔ اور اس سے بھی شدید تر چیز اس کی تکذیب کرنا ہے' حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات ہیں جن کو کسی لحاظ سے بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا اور تکذیب کا نتیجہ خسارہ ہے اور وہ ہے منافع کا بالکل معدوم ہونا اور یہ خسارہ دنیا و آخرت کے ثواب کے فوت ہونے اور دنیا و آخرت کے عذاب سے لاحق ہوتا ہے۔ کسی چیز سے روکنا دراصل اس کی ضد کا حکم دینا ہے۔ تب قرآن کی تکذیب سے منع کرنا درحقیقت قرآن کی تصدیق کامل' اس پر طمانیت قلب اور علم و عمل کے اعتبار سے اس کی طرف توجہ دینے کا نام ہے اور یوں بندۂ مومن نفع کمانے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ جو جلیل ترین مقاصد' بہترین خواہشات اور کامل ترین مناقب کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس خسارے کی نفی ہو جاتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ

بیشک وہ لوگ کہ ثابت ہو چکا ہے ان پر حکم آپ کے رب کا' نہیں ایمان لائیں گے وہ ○ اور اگرچہ آ جائیں ان کے پاس

كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٧﴾

ساری نشانیاں' یہاں تک کہ دیکھ لیں وہ عذاب دردناک ○

﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ ''جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم قرار پا چکا ہے۔'' یعنی وہ لوگ جن پر یہ بات صادق آئی کہ وہ گمراہ' بھٹکے ہوئے اور جہنمی ہیں' تو یہ لابدی ہے کہ وہ وہی کچھ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر میں مقدر ہو چکا ہے اگر ان کے پاس ہر قسم کی نشانی اور معجزہ بھی آ جائے' تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ آیات و معجزات ان کی سرکشی اور گمراہی میں اضافہ ہی کرتے ہیں۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا' بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلا کر' جب حق ان کے پاس پہلی مرتبہ آیا خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر' کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی اور اب وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ اس وقت حق یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے گا کہ وہ اب تک جس راستے پر چلتے رہے ہیں وہ گمراہی کا راستہ ہے اور جو چیز رسول لے کر آئے ہیں وہ حق ہے مگر اس روز ان کا ایمان لانا انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اس روز ظالموں کی معذرت کسی کام نہ آئے گی اور ان کی کوئی معذرت قبول نہ ہو گی۔ آیات و معجزات صرف ان لوگوں کو فائدہ دیتے ہیں جو دل رکھتے ہیں اور توجہ سے سنتے ہیں۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ

پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی ایسی کہ ایمان لائی ہو وہ (عذاب سے پہلے)، پھر نفع دیا ہوتا اسکو اسکے ایمان (لانے) نے، سوائے (لوگ) قوم یونس کے

لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

جب ایمان لائے وہ تو دور کر دیا ہم نے ان سے عذاب رسوائی کا دنیا کی زندگی میں،

وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾

اور ہم نے فائدہ دیا انہیں ایک وقت (مقرر) تک ○

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ﴾ ”پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی“ یعنی جھٹلانے والی بستیوں میں سے ﴿اٰمَنَتْ﴾ ”کہ وہ ایمان لائی“ جب انہوں نے عذاب دیکھا ﴿فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ﴾ ”پھر کام آیا ہوان کو ان کا ایمان لانا“ یعنی ان تمام بستیوں میں سے کسی بستی کو عذاب دیکھ کر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوا جیسا کہ فرعون کے ایمان لانے کے بارے میں گزشتہ صفحات میں قریب ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد گزر چکا ہے اور جیسے فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ○ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ﴾ (المومن: ۴۰/۸۴-۸۵) ”پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور ان کا ہم نے انکار کیا جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے لیکن ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کو ان کے ایمان لانے نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ یہ سنت الٰہی ہے جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آرہی ہے۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا﴾ (المؤمنون: ۲۳/۹۹-۱۰۰) ”حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے گی تو وہ کہے گا اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں پھر واپس بھیج دے شاید کہ میں جسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں ہرگز نہیں!“

اور اس میں حکمت ظاہر ہے کہ ایمان اضطراری حقیقی ایمان نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو دور ہٹا لے جس سے مجبور ہو کر انہوں نے ایمان لانے کا اقرار کیا تھا تو وہ پھر کفر کی طرف لوٹ جائیں گے۔ فرمایا: ﴿اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ ”سوائے یونس کی قوم کے جب وہ ایمان لائی (عذاب دیکھ لینے کے بعد) تو ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب اٹھا لیا دنیا کی زندگی میں اور ایک وقت تک ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا“ پس حضرت یونس علیہ السلام کی قوم گزشتہ عموم سے مستثنیٰ ہے اس میں ضرور اللہ تعالیٰ ”عالم الغیب والشهادة“ کی حکمت پوشیدہ ہے۔ جہاں تک پہنچنے اور اس کے ادراک سے ہمارا فہم قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ …… وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ○﴾

﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ (الصافات:۳۷/۱۳۹-۱۴۸) ''اور یونس اللہ کے رسولوں میں سے تھا جب وہ (گھر سے) بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں سوار ہوا' اس وقت قرعہ ڈالا گیا تو اس نے زک اٹھائی پس اس کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ قابل ملامت کام کرنے والوں میں سے تھا۔ پس اگر وہ اللہ کی تسبیح بیان نہ کرتا تو قیامت کے روز تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا' پھر ہم نے اس کو (مچھلی کے پیٹ سے نکال کر) اس حالت میں کھلے میدان میں ڈال دیا کہ وہ بیمار تھا اور اس پر کدو کی بیل اگا دی اور اس کو ایک لاکھ یا کچھ اوپر لوگوں کی طرف مبعوث کیا۔ پس وہ ایمان لے آئے اور ہم نے ان کو ایک وقت مقررہ تک فائدہ اٹھانے دیا''۔

شاید اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے علاوہ کوئی اور قوم ہوتی اور ان پر سے عذاب کو ہٹا لیا جاتا تو وہ پھر اسی کام کا اعادہ کرتے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور رہا یونس علیہ السلام کی قوم کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں زیادہ جانتا تھا کہ وہ اپنے ایمان پر قائم رہیں گے' بلکہ وہ قائم رہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ
اور اگر چاہتا رب آپ کا تو ایمان لے آتے وہ لوگ جو زمین میں ہیں سب کے سب سارے ہی، کیا پس آپ مجبور کریں گے لوگوں کو
حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ
یہاں تک کہ ہو جائیں وہ مومن؟ ○ اور نہیں ہے (ممکن) واسطے کسی نفس کے یہ کہ ایمان لائے وہ، مگر ساتھ حکم اللہ کے، اور کرتا ہے اللہ
الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
پلیدی (عذاب) اوپر ان لوگوں کے جو نہیں عقل رکھتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ ''اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین میں رہنے والے سب کے سب ایمان لے آتے'' یعنی ان کے دلوں میں ایمان الہام کر دیتا اور ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے درست کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے بعض لوگ ایمان لائیں اور بعض لوگ کافر رہیں۔ ﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں'' یعنی آپ اس پر قدرت رکھتے ہیں نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ یہ چیز غیر اللہ کے اختیار اور قدرت میں ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور کسی سے نہیں ہو سکتا کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیت اور اس کے قدری وشرعی حکم سے۔ پس مخلوق میں سے جو اس کے قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے' تو ایمان اس کے پاس پھلتا پھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو توفیق سے نوازتا اور اس کی راہ نمائی کرتا ہے۔ ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ﴾ ''اور ڈالتا ہے وہ گندگی'' یعنی شر اور گمراہی ﴿عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''ان لوگوں پر جو سوچتے

نہیں''، یعنی جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی اور اس کے نصائح و مواعظ پر کان نہیں دھرتے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ
آپ کہہ دیجیے! دیکھو (اور غور کرو اس میں) جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور نہیں فائدہ دیتیں نشانیاں اور تنبیہات
عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (۱۰۱) فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا
ان لوگوں کو جو نہیں ایمان لاتے ○ پس نہیں انتظار کرتے وہ مگر مثل ایام ان لوگوں کے جو گزر چکے ہیں
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (۱۰۲) ثُمَّ نُنَجِّيْ
ان سے پہلے، کہہ دیجیے! پس انتظار کرو تم، بے شک میں بھی تمہارے ساتھ ہوں انتظار کرنے والوں میں سے ○ پھر نجات دیتے ہیں ہم
رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۰۳) ۱۵ ع ۱۰
اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اسی طرح، حق ہے ہم پر (یہ کہ) نجات دیں ہم مومنوں کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں غور کریں اور اس سے مراد یہ ہے کہ تفکر اور عبرت کی نظر سے آسمان کو دیکھیں' ان میں جو کچھ موجود ہے اس میں تدبر کریں اور بصیرت حاصل کریں۔ ان میں اہل ایمان کے لئے نشانیاں اور اہل ایقان کے لیے عبرت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود محمود ہے' وہی صاحب جلال و اکرام اور عظیم اسماء و صفات کا مالک ہے۔ ﴿وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو ایمان لانے والے نہیں'' کیونکہ یہ لوگ اپنے اعراض اور عناد کی وجہ سے آیات الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

﴿فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''پس وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔'' یعنی یہ لوگ جو آیات الٰہی کے واضح ہو جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے کیا اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کو بھی اسی طرح عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا جائے' جیسے ان کے پہلوں کو عذاب کے ذریعے سے ہلاک کیا گیا۔ ان کے اعمال بھی وہی تھے جو ان کے اعمال ہیں اور سنت الٰہی اولین و آخرین میں جاری و ساری ہے۔ ﴿قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾ ''کہہ دیجیے! پس انتظار کرو' میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔'' عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انجام اچھا ہے' دنیا اور آخرت میں نجات کس کے لیے ہے اور یہ نجات صرف انبیاء و مرسلین اور ان کے پیروکاروں کے لیے ہے۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''پھر ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کو (دنیا و آخرت کی تکالیف اور شدائد سے) نجات دیتے ہیں'' ﴿كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا﴾ ''اسی طرح ہمارے ذمہ ہے'' یعنی ہم نے اپنے اوپر واجب ٹھہرایا ہے کہ ﴿نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ایمان والوں کو نجات دیں گے۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ مومن

بندوں میں جذبہ ایمان کی مقدار کے مطابق ان کا دفاع کرتا ہے اس سے انہیں تکلیف دہ امور سے نجات ملتی ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ

کہہ دیجیے، اے لوگو! اگر ہو تم شک میں، میرے دین سے (متعلق) تو نہیں عبادت کرتا میں ان کی

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ

جن کی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے، لیکن میں تو عبادت کرتا ہوں اللہ کی وہ جو وفات دیتا ہے تمہیں اور حکم دیا گیا ہوں میں

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ

اس بات کا کہ ہوں میں مومنوں میں سے ○ اور یہ کہ سیدھا رکھیں آپ منہ اپنا واسطے دین (اسلام) کے، یکسو ہو کر! اور ہرگز نہ ہوں آپ

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ

مشرکین میں سے ○ اور مت پکاریں آپ سوائے اللہ کے ان کو جو نہ نفع دے سکتے ہیں آپکو اور نہ نقصان دے سکتے ہیں آپکو،

فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

پس اگر آپ نے (ایسا) کیا، تو بلاشبہ آپ بھی اس وقت ظالموں میں سے ہوں گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول سید المرسلین، امام المتقین، خیر الموقنین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ﴾ ”کہہ دیجیے اے لوگو! اگر تم میرے لائے ہوئے دین کے بارے میں کسی شک و شبہ میں مبتلا ہو“ تو میں اس بارے میں کسی شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوں، بلکہ میں علم الیقین رکھتا ہوں کہ یہ حق ہے اور تم اللہ کے سوا جن ہستیوں کو پکارتے ہو وہ سب باطل ہیں۔ میں اپنے اس موقف پر واضح دلائل اور روشن براہین رکھتا ہوں۔ بنا بریں فرمایا: ﴿فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”پس جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔“ یعنی میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارے خود ساختہ ہمسروں اور بتوں کی عبادت نہیں کرتا، کیونکہ یہ پیدا کر سکتے ہیں نہ رزق عطا کر سکتے ہیں اور نہ تدبیر کائنات میں ان کا کوئی اختیار ہے، یہ تو خود مخلوق اور اللہ کی قدرت کے سامنے مسخر ہیں، ان میں کوئی ایسی صفات نہیں پائی جاتیں جو ان کی عبادت کا تقاضا کرتی ہوں ﴿وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ﴾ ”لیکن میں تو اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو کھینچ لیتا ہے تمہاری روحیں“ یعنی وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، وہی تمہیں موت دے گا، پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا...... پس وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کے لیے نماز پڑھی جائے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوا جائے۔

﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ”اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔“

﴿وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا﴾ ”اور یہ کہ سیدھا کر اپنا منہ دین پر یک طرفہ ہو کر“ یعنی اپنے ظاہری اور باطنی

اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کیجئے اور یکسو ہو کر تمام شرائع کو قائم کیجئے' یعنی ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف اپنی توجہ کو مبذول رکھیے۔ ﴿وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ''اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔'' ان کا حال اختیار کیجئے نہ ان کا ساتھ دیجئے۔ ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ﴾ ''اور اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو مت پکاریں جو آپ کو فائدہ پہنچا سکیں نہ نقصان'' کیونکہ یہ وصف ہر مخلوق کا ہے' مخلوق کوئی فائدہ دے سکتی ہے نہ نقصان' نفع اور نقصان پہنچانے والی ہستی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ﴿فَإِنْ فَعَلْتَ﴾ ''اگر ایسا کرو گے'' یعنی اگر آپ نے اللہ کے بغیر کسی ہستی کو پکارا جو کسی کو نفع دے سکتی ہے نہ نقصان ﴿فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظّٰلِمِينَ﴾ ''تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔'' یعنی آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جنہوں نے ہلاکت کے ذریعے سے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان: ١٣/٣١) ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے'' اگر اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق' اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو پکارے تو اس کا شمار مشرکوں میں ہو جاتا ہے' تو دیگر لوگوں کا کیا حال ہوگا؟

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا

اور اگر پہنچائے آپکو اللہ کوئی تکلیف تو نہیں کوئی بھی دور کرنے والا اسے سوائے اسکے، اور اگر ارادہ کرے اللہ آپکے ساتھ کسی بھلائی کا تو نہیں

رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ

کوئی بھی رد کرنے والا اس کے فضل کو، پہنچاتا ہے وہ اس (فضل) کو جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے،

وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾

اور وہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے ○

یہ آیت کریمہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا عبادت کا مستحق ہے' کیونکہ نفع و نقصان اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہی عطا کرتا ہے وہی محروم کرتا ہے۔ جب کوئی تکلیف مثلاً فقر اور مرض وغیرہ لاحق ہوتا ہے ﴿فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ ''تو اس کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا'' کیونکہ اگر تمام مخلوق اکٹھی ہو کر کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو وہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر تمام مخلوق اکٹھی ہو کر کسی کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے' تو اس کے فضل کو کوئی پھیرنے والا نہیں'' یعنی مخلوق میں کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو اس کے فضل و احسان کو روک سکے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (فاطر: ٢/٣٥) ''اللہ لوگوں کے لیے اپنی رحمت کا جو دروازہ کھول دے تو اس کو کوئی بند

نہیں کرسکتا اور جو دروازہ بند کر دے اس کے بعد اسے کوئی کھول نہیں سکتا۔“

﴿یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ”وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے“ یعنی وہ مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے مخصوص کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ﴾ اللہ تعالیٰ تمام لغزشوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو مغفرت کے اسباب کی توفیق سے نوازتا ہے۔ بندہ جب ان اسباب پر عمل کرتا ہے تو اللہ اس کے تمام کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ ﴿الرَّحِیْمُ﴾ جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے اس کا جود و احسان تمام موجودات تک پہنچتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز لمحہ بھر کے لیے بھی اس کے فضل و احسان سے بے نیاز نہیں رہ سکتی۔

جب بندہ قطعی دلیل کے ذریعے سے یہ معلوم کر لے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے جو نعمتوں سے نوازتا ہے' وہی تکالیف کو دور کرتا ہے' وہی بھلائیاں عطا کرتا ہے' وہی برائیوں اور تکالیف کو ہٹاتا ہے اور مخلوق میں کوئی ہستی ایسی نہیں جس کے ہاتھ میں یہ چیزیں ہوں' سوائے اس کے جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ جاری فرما دے...... تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور وہ ہستیاں' جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں' سب باطل ہیں۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا
کہہ دیجیے: اے لوگو! یقیناً آ گیا ہے تمہارے پاس حق (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے، پس جس شخص نے ہدایت کو اپنایا تو یقیناً
یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا
وہ ہدایت کو اپنائے گا اپنے ہی نفس کے لیے اور جس نے گمراہی اختیار کی تو یقیناً وہ گمراہی اختیار کرے گا اپنے ہی نفس کے برے کو اور نہیں ہوں میں
عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ۭ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ
تم پر نگران ○ اور پیروی کریں آپ اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف، اور صبر کریں یہاں تک کہ فیصلہ کرے اللہ،
وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾
اور وہ سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ○

بنا بریں' جب اللہ تعالیٰ نے واضح دلیل بیان کر دی' تو اس کے بعد فرمایا: ﴿قُلْ﴾ چونکہ دلیل و برہان واضح ہو گئی اس لئے اے رسول فرما دیجئے! ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ”اے لوگو! تمہارے رب کے ہاں سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے“ یعنی تمہارے پاس سچی خبر آ گئی ہے جس کی تائید دلائل و براہین سے ہوتی ہے جس میں کسی لحاظ سے بھی کوئی شک نہیں اور یہ خبر تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے پہنچی ہے' جس کی تمہارے لئے سب سے بڑی ربوبیت یہ ہے کہ اس نے تم پر یہ قرآن نازل کیا' جو ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے یہ قرآن مختلف انواع کے احکام' مطالب الہیہ اور اخلاق حسنہ پر مشتمل ہے جن میں تمہاری تربیت کا

بہترین سامان موجود ہے۔ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ پس گمراہی سے ہدایت کا راستہ واضح ہو گیا اور کسی کے لیے کوئی شبہ باقی نہ رہا۔ ﴿فَمَنِ اهْتَدٰى﴾ ”اب جو کوئی راہ پر آئے“ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے ذریعے سے راہ ہدایت اپنالی۔ وہ یوں کہ اس نے حق معلوم کر لیا اور پھر اسے اچھی طرح سمجھ لیا اور دیگر ہر چیز پر اسے ترجیح دی ﴿فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ﴾ ”پس وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو“ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے۔ بندوں کے اعمال کے ثمرات انہی کی طرف لوٹتے ہیں ﴿وَمَنْ ضَلَّ﴾ ”اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے“ یعنی جو حق کے علم یا اس پر عمل سے روگردانی کر کے ہدایت کی راہ سے بھٹک جائے ﴿فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ ”تو وہ بہکا پھرے گا اپنے برے کو“ یعنی وہ اپنے لئے گمراہی اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا' وہ صرف اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے۔

﴿وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴾ ”اور میں تم پر داروغہ نہیں“ کہ تمہارے اعمال کی نگرانی کروں اور ان کا حساب کتاب رکھوں۔ میں تو تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ تمہارا نگران اور وکیل ہے۔ جب تک تم اس مہلت کی مدت میں ہو اپنے آپ پر نظر رکھو۔ ﴿وَاتَّبِعْ﴾ ”اور پیروی کیے جاؤ“ اے رسول! ﴿مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ﴾ ”اس کی جو حکم آپ کی طرف بھیجا جاتا ہے۔“ یعنی علم، عمل، حال اور دعوت میں اس وحی کی اتباع کیجیے جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے ﴿وَاصْبِرْ﴾ ”اور (اس پر) صبر کیجیے“ کیونکہ یہ صبر کی بلند ترین نوع ہے اور اس کا انجام بھی قابل ستائش ہے۔ سستی اور کسل مندی کا شکار ہوں نہ تنگ دل ہوں' بلکہ اس پر قائم و دائم اور ثابت قدم رہیں۔

﴿حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ﴾ ”یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے“ یعنی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درمیان اور آپ کی تکذیب کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔ ﴿وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ ”اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“ کیونکہ اس کا فیصلہ کامل عدل و انصاف پر مبنی ہے جو قابل تعریف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور صراط مستقیم پر قائم رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ آپ کو آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں دلائل و براہین کے ذریعے سے نصرت عطا کرنے کے بعد شمشیر و سناں کے ذریعے سے فتح و نصرت سے نوازا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہر قسم کی حمد و ستائش اور ثنائے حسن جیسا کہ اس کی عظمت و جلال' اس کے کمال اور اس کے بے پایاں احسان کے لائق ہے۔

تفسیر سورۂ ہود

سُوْرَةُ هُوْدٍ
(١١) مَكِّيَّةٌ (٥٢)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ١٢٣
رُكُوْعَاتُهَا ١٠

الٓرٰ ۫ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ ①

الٓرٰ، (یہ) کتاب ہے، محکم کی گئی ہیں آیتیں اس کی، پھر تفصیل سے بیان کی گئی ہیں بڑے حکمت والے خبردار کی طرف سے ○

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ ② وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا

یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ ہی کی، بیشک میں تمہارے لیے اسی کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں ○ اور یہ کہ مغفرت طلب کرو تم

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّیُؤْتِ كُلَّ

اپنے رب سے، پھر توبہ کرو تم اسی کی طرف، وہ فائدہ دے گا تمھیں فائدہ بہت اچھا ایک وقت مقرر تک، اور وہ دے گا ہر

ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ ③

فضل والے کو (بدلہ) اس کے فضل کا، اور اگر منہ پھیرو گے تم تو بے شک میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک بڑے دن کے ○

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ④

اللہ ہی کی طرف واپسی ہے تمہاری، اور وہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○

﴿كِتٰبٌ﴾ یہ عظیم کتاب اور بہترین فضل وعنایت ہے۔ ﴿اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ﴾ ”جس کی آیتیں مستحکم ہیں۔“ یعنی اس کی آیات کو بہت اچھے اور محکم طریقے سے بیان کیا گیا ہے، اس کی خبریں سچی، اس کے اوامر و نواہی عدل پر مبنی، اس کے الفاظ نہایت فصیح اور اس کے معانی بہت خوبصورت ہیں۔ ﴿ثُمَّ فُصِّلَتْ﴾ ”پھر ان کی تفصیل بیان کر دی گئی“ یعنی ان کو علیحدہ علیحدہ اور معانی و بیان کی بہترین انواع کے ذریعے سے کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ ﴿مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ﴾ ”حکمت والے کی طرف سے“ وہ تمام اشیاء کو ان کے مناسب مقام پر رکھتا ہے اور ان کے لائق جگہ پر ان کو نازل کرتا ہے۔ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے اور اسی چیز سے روکتا ہے جس کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے ﴿خَبِیْرٍ﴾ وہ تمام ظاہر و باطن کی خبر رکھتا ہے۔

جب اس کتاب کا محکم کرنا اور اس کی تفصیل حکمت والی اور خبردار ہستی کی طرف سے ہے تب اس ہستی کی عظمت و جلال، حکمت و کمال اور بے کراں رحمت کے بارے میں مت پوچھ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عظیم کتاب کو محض اس مقصد کے لیے نازل فرمایا ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ”کہ عبادت صرف اللہ کی کرو“ یعنی دین کو تمام تر اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کے لیے نازل فرمایا نیز یہ کہ اس کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک نہ بنایا جائے۔ ﴿اِنَّنِیْ لَكُمْ﴾ ”بے شک میں تمہارے لئے“ ﴿مِّنْهُ﴾ ”اس کی طرف سے“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿نَذِیْرٌ﴾ ”ڈرسنانے والا“ یعنی اس شخص کو دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کرتا ہے۔ ﴿وَّبَشِیْرٌ﴾ ”اور خوشخبری دینے والا۔“ یعنی اطاعت گزار بندوں کو دنیا و آخرت کے ثواب کی خوشخبری سناتا ہوں۔

﴿وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ”اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو“ یعنی ان گناہوں کی بخشش مانگو جو تم سے صادر ہوئے ہیں۔ ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ﴾ ”پھر اس کی طرف توبہ کرو۔“ یعنی اپنی عمر میں جن گناہوں سے سابقہ پڑتا

ہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کے ذریعے سے توبہ کرو اور جن امور کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے انہیں چھوڑ کر ان امور کی طرف لوٹو جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا جو توبہ و استغفار پر مترتب ہوتے ہیں۔ فرمایا: ﴿يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا﴾ ”وہ تمہیں متاع نیک سے بہرہ مند کرے گا“ یعنی وہ تمہیں رزق عطا کرے گا جس سے تم استفادہ کرو گے اور منتفع ہو گے۔ ﴿اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”ایک وقت مقرر تک“ یعنی تمہاری وفات تک ﴿وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾ ”اور ہر صاحب بزرگ کو اس کی بزرگی دے گا۔“ یعنی وہ تم میں سے اہل احسان کو اپنے فضل و کرم سے نوازے گا جو چیز انہیں پسند ہے وہ حاصل ہو گی جو ناپسند ہے وہ ان سے ہٹا دی جائے گی۔ یہ ان کی نیکی کی جزا ہے۔ ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ”اگر تم نے روگردانی کی۔“ یعنی اگر تم نے اس دعوت سے روگردانی کی جو میں نے تمہیں پیش کی ہے بلکہ تم نے اعراض کیا ہے اور بسا اوقات دعوت کو جھٹلایا ہے ﴿فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ﴾ ”تو میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے“ اور وہ ہے روز قیامت جس میں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو اکٹھا کرے گا۔

﴿اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ﴾ ”تمہیں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے“ تاکہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے اگر اعمال نیک ہوں گے تو جزا اچھی ہو گی اور اگر اعمال برے ہوں گے تو بدلہ بھی برا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ”وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور مردوں کو زندہ کرنا بھی ”ہر چیز“ کے زمرے میں شامل ہے اور اس کی خبر سب سے سچی ہستی نے دی ہے۔ پس اس خبر کا وقوع عقلاً اور نقلاً واجب ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ
آگاہ رہو! بے شک وہ دوہرے کرتے ہیں سینے اپنے تاکہ وہ چھپ جائیں اللہ سے، آگاہ رہو! جس وقت اوڑھتے ہیں وہ
ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵
کپڑے اپنے، جانتا ہے اللہ جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کی جہالت اور ان کی گمراہی کی شدت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے: ﴿يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ﴾ ”وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں“ ﴿لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ﴾ ”تاکہ اس (اللہ) سے پردہ کریں۔“ یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ سے چھپائیں۔ پس ان کے سینے اللہ کے علم کے لئے رکاوٹ بن جائیں تاکہ وہ ان کے احوال کو جان نہ سکے اور اس کی نگاہ کے لئے بھی تاکہ وہ ان کے حالات کو دیکھ نہ سکے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے اس ظن باطل کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾ ”سن لو جس وقت اوڑھتے ہیں وہ اپنے کپڑے“ یعنی جب وہ اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانک لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس حال میں بھی ان کو خوب جانتا ہے جو کہ مخفی

ترین حال ہے بلکہ ﴿يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ﴾ ''وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں'' یعنی وہ جو اقوال و افعال چھپاتے ہیں ﴿وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔'' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ان ارادوں، وسوسوں اور سوچوں کو بھی جانتا ہے جن کو یہ سراً یا جہراً نطق زبان سے بھی ظاہر نہیں کرتے...... تب تم اپنے حال کو اپنے سینے کو موڑ کر اس سے کیسے چھپا سکتے ہو؟

اس آیت کریمہ میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والوں اور آپ کی دعوت سے غافل لوگوں کے اعراض کا ذکر کرتا ہے، یعنی جب وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے ہیں تو شدت اعراض کی وجہ سے اپنے سینوں کو موڑ لیتے ہیں، تا کہ آپ ان کو دیکھ سکیں نہ ان کو اپنی دعوت سنا سکیں اور نہ ان کو ان باتوں کی نصیحت کر سکیں جو ان کے لیے مفید ہیں۔ کیا اس اعراض سے بھی بڑھ کر اعراض کی کوئی صورت ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ انہیں وعید سناتا ہے کہ وہ ان کے تمام احوال کو جانتا ہے اور وہ اس سے مخفی نہیں ہیں اور وہ عنقریب ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دے گا۔

◆